"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"
(المصلح الموعود)

ایڈیٹر محمد الیاس منیر

مارچ ۱۹۸۱ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ
اِسۡتَبِقُوا الۡخَیۡرٰتِ

"تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں"

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہوسکتی"

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

جلد ۲۸ شمارہ ۵

ماہنامہ خالد ربوہ

امان ۱۳۶۰ ہش ۞ مارچ ۱۹۸۱ء

ایڈیٹر
محمد الیاس منیر

نائبین
اخلاق احمد انجم ۞ منصور احمد عارف
محمود احمد اشرف ۞ نعمت اللہ بشارت

ترتیب

پبلشر
مبارک احمد خالد

پرنٹر
سید عبد الحی

مطبع : ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت : دفتر ماہنامہ خالد ۔ دار الصدر جنوبی ربوہ
قیمت : سالانہ ۱۵ روپے
فی پرچہ ہذا ایک روپیہ پچاس پیسے

مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زباں میں

دنیا پر چھا جانے والی تنہا آواز

وہ وقت کتنا ہولناک تھا جب دینِ اسلام پر ہر طرف سے حملے ہو رہے تھے، جب مسلمان زمانی لحاظ سے بدر یعنی چودھویں صدی کے سر پر ایک مرتبہ پھر وانتم اذلۃ کے آخری مقام پر پہنچ چکے تھے اور امیدوار تھے کہ ان کے دکھ کی دوا کرے کوئی اور اس دعا کی صدائے بازگشت کے منتظر تھے کہ

اللھم ان اھلکت ھذہ العصابۃ فلن تعبد فی الارض ابداً۔

ترجمہ:۔ اے اللہ! اگر تو نے مٹھی بھر اس جماعت کو ہلاک کر دیا تو زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔

چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کے طفیل جو آپ نے جنگِ بدر کے موقعہ پر خدا کے حضور نہایت درجہ تضرع اور ابتہال کے ساتھ کی تھی۔ اس بدر کے موقع پر بھی خدا تعالیٰ نے کمزور اور نہتے مسلمانوں کی مدد اور نصرت فرمائی۔ اور اس کے لیے اس نے بظاہر ایک "غریب"، "بے کس" اور "بے ہنر" کا انتخاب کیا۔ جو ایک ایسے گمنام گاؤں میں تھا جس کے متعلق لوگ یہ بھی نہ جانتے تھے کہ وہ ہے کدھر! چنانچہ وہ مردِ حق کسمپرسی اور بے کسی کے عالم میں اکیلا ہی اُٹھا اور اہلِ مشرق سے مخاطب ہوا، پھر اس نے مغرب کی طرف رُخ پھیرا۔ اس نے دور دراز جنوب میں بسنے والوں کو بھی بیدار کیا۔ اور شمال کی برفانی ہواؤں میں پڑی ہوئی سرد جسم اور خوابیدہ قوموں کو بھی جھنجھوڑا اور ڈنکے کی چوٹ کہا

آؤ لوگو! کہ یہیں نُورِ خدا پاؤ گے ... لو تمہیں طورِ تسلی کا بتایا ہم نے

اس ناتواں اور دنیا کے دھتکارے ہوئے مگر عظیم اور جری انسان کی یہ آواز شیر کی طرح گونجی اور اس کی صدائے بازگشت اسکے اپنے گاؤں قادیان میں چکر لگا کر سارے برصغیر میں پھیل گئی پھر اس فضا سے بھی نکلی اور بحر و بر میں پھیل گئی۔

اہلِ خوف کرد گار اس آواز پر کان دھرنے لگے۔ ایک خوش بخت انسان جو اسے سن کر اس کا گرویدہ ہوا تو وہ گویا بارش کا پہلا قطرہ ثابت ہوا۔ پھر کیا تھا دوسرا آیا پھر تیسرا اور دس سے بیس، بیس سے سو ہو گئے۔ اور اس طرح سے وہ ایک آواز سے ہزار ہوویں کا مصداق ہو گئی اور آج جبکہ اس آواز کو بلند ہوئے ۹۲ برس ہو رہے ہیں۔ ایک کروڑ آوازیں اس ایک آواز کی ہمنوا ہو چکی ہیں اور دنیا کے چالیس ممالک میں قائم شدہ احمدیہ مسلم مشنوں سے یہ آوازیں برابر بلند ہو کر باقی نوع انسان کو اپنا ہمنوا بنا لینے کی پیار اور محبت بھری دعوت دے رہی ہیں۔

قارئین! وہ اکیلی آواز بھلا کیوں مقبولِ عام کی سند پا گئی کیا وہ آواز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسی غلام کی تو نہ تھی جس کے حق میں نبیوں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو وصیت کی تھی کہ اسے میرا سلام کہنا خواہ اس کے لیے تمہیں برف پر سے گھٹنوں کے بل بھی چل کر جانا پڑے۔ اور جس کی شناخت کیلئے واضح طور پر آپؐ نے بتا دیا تھا کہ اس کے آنے پر اس کی تابانی کی تاب نہ لا کر مہ و آفتاب بھی ایک ہی ماہ رمضان میں گہنا جائیں گے ——— !؟

سبحان اللہ ——— قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقاً۔ اللھم صل علی محمد و علی آل محمد وبارک وسلم

"میری ہدایت یہ ہے کہ آپس میں سر جوڑو اور سارے خدام کو خالد دو"

امرائے اضلاع اور قائدین اضلاع کی یاد دہانی کیلئے

سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ ۱۹۸۰ء کے موقعہ پر دوسرے روز خطاب کے دوران ماہنامہ "خالد" کی کارکردگی پر از راہِ شفقت اظہار خوشنودی فرمایا تھا کہ

"ماہنامہ خالد اچھا ابھر رہا ہے۔ بہت اچھا ہو گیا ہے۔ ماہنامہ خالد نے بڑے پیار کے ساتھ ایک باتصویر نمبر نکالا اور وہ کہتے ہیں کہ وہ بکا نہیں۔"

اور اس کے ساتھ ہی اس کی اشاعت کے سلسلہ میں امرائے اضلاع اور قائدین اضلاع کے ذمہ کچھ فرائض عائد فرمائے تھے۔ بالخصوص خالد کے سالانہ نمبر ۱۹۸۰ء کے ذکر میں فرمایا تھا کہ

"اور یہ رسالہ جو ہے خالد۔ بہت سارے تو اس میں مضمون تھے میرے اپنے ہی سفر کے ساتھ تعلق رکھنے والے۔ میں نے پڑھے، میں ویسے بھی پڑھتا ہوں دیکھوں کوئی غلط باتیں نہ لکھے گئے ہوں، لیکن میں نے محسوس کیا کہ یہ جماعت کے نوجوانوں کو پڑھنا چاہیئے۔ اس لیے میں اس وقت ہر ضلع کے ضلعی قائد اور ضلعی امیر کی ایک کمیٹی بناتا ہوں اور میری ہدایت یہ ہے کہ آپس میں سر جوڑو اور سارے خدام کو خالد دو۔"

حضور ایدہ اللہ کے اس ارشاد کے سلسلہ میں تمام امرائے اضلاع اور قائدین اضلاع کی خدمت میں گزارش ہے کہ آج ہی وہ اپنے اپنے ضلع میں یہ جائزہ لیں کہ پیارے امام کے اس ارشاد کی ان کے ضلع میں کس حد تک تعمیل ہو چکی ہے اور کوشش فرمائیں کہ مجلس مشاورت تک ہر خادم تک یہ رسالہ پہنچ جائے اور قائدین مجلس مشاورت کے موقعہ پر اپنی اپنی مجالس کا جائزہ بھی ہمراہ لائیں۔ شکریہ ★★

(مہتمم اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

(محمد ابراہیم شاد)

دوائے رنج و الم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ
علاج حسرت و غم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

خدا کی برکت و رحمت کا ایک سرچشمہ
کلیدِ فیض و کرم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

جو مشکلات و مصائب ہیں ساتھ دیتا ہے
کفیل جاہ و حشم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

وہ جس کے ذکر سے جنت کا باب کھلتا ہے
نویدِ باغِ ارم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

زمیں سے تا بہ فلک ہو گئی فضا روشن
وہ آیا نورِ اتم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

ندیمِ نوعِ بشر لا کلام دنیا میں
رفیقِ راہِ عدم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

یہی ہے کلمۂ وحدت ازل سے تا بہ ابد
جو عرش پر ہے رقم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

جہاں سے شرک کو یکسر مٹا دیا جس نے
گرائے جس نے صنم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

بفضلِ حضرتِ ایزد نجات کا موجب
مدارِ لطف و کرم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

وہی ہے صاحبِ کلمہ محمّد و احمد
وہی ہے شاہِ امم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

جمال و خُلقِ محمّد کی بات کیا کہیئے
کہ وہ ہے حُسنِ اتم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

جہاں پہ غلبۂ اسلام اب مقدّر ہے
ہمیں خدا کی قسم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

خدا کے دین کی خدمت میں دن بدن ہر سُو
بڑھیں گے اپنے قدم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

بُلند کرتے رہیں گے تمام عالم میں
ہم اپنے دیں کا علم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

خدا کے واسطے اک دن ضرور جیتیں گے
دلوں کو پیار سے ہم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

درِ حبیب میں دیوار ہو گئی حائل
یہ کس قدر ہے ستم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

بیانِ مدحتِ احمد پہ ناز کرتے ہیں
زبان و دست و قلم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

یہی ہے کلمۂ طیّب جو شادؔ پڑھتے ہیں
بہت خلوص سے ہم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

سوانح حضرت مصلح موعود اللہ آپ سے راضی ہو

(حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خانصاحب سابق صدر عالمی عدالت انصاف)

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْ وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَھُوْا قَوْلِیْ ۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد انّ محمداً عبدہٗ ورسولہ۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب المصلح الموعود اللہ آپ سے راضی ہو، کے پاک اور مقدس وجود کی سیرت مختصر مگر مستند اور جامع ۔ رب السموات والارض نے خود بیان فرما دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اُس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت اور غیوری نے اسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مَظْھَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ۔ مَظْھَرُ الْحَقِّ وَالْعُلَآءِ کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نُور آتا ہے نُور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی رُوح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رُستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَکَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا"

یہ آسمانی نشانوں کے آبدار موتیوں کی لڑی اللہ

تبارک وتعالیٰ کے اپنے ہاتھوں سے پروئی گئی اور اپنے وقت
پر بڑی شان سے چمکتی گئی۔

اُس فرزند دلبند، گرامی ارجمند مظہر الاول والآخر مظہر الحق والعلاء
کا نزول ۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء کو ہوا اور وہ زمین کے
کناروں تک شہرت پانے اور قوموں کو برکت دینے کے
بعد ۸ر نومبر ۱۹۶۵ء کو اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف
اٹھایا گیا۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ و یجعل الجنّۃ
العلیا مثواہ۔ اُس کے زمین کے کناروں تک شہرت
پانے کی ایک خفیف سی جھلک کا اندازہ اس امر
سے کرلیں کہ اس محبوب ترین ہستی کے وصال کی
اطلاع اُس کے اِس مہجور محبّ کو فیجی میں ملی۔ جو
زمین کا یہاں سے بعید ترین کنارہ ہے اور جہاں
سلسلہ احمدیہ کی سرسبز شاخیں اُس وقت بھی لہلہا
رہی تھیں۔ حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کی دعا تھی:

لختِ جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا
دے اس کو عمر و دولت کر دُور ہر اندھیرا
دن ہوں مُرادوں والے پُرنور ہو سویرا
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

اِسی دُعا کی قبولیت کا اعلان آپ نے چار سال
بعد ان الفاظ میں کیا:

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دُور اس مہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

منتظمینِ جلسہ نے اپنے کمال حسنِ ظن سے اس عاجز نابکار
پُرمعاصی شرمسار کے ذمہ یہ فرض عاید کیا ہے کہ اس
پاک مجلس میں اُس محبوبِ عالی وقار کی سیرت طیبہ
پر کچھ بیان کرے۔

سبحان ربی۔ چہ نسبت خاک را با عَالَمِ پاک

میری تو یہ حالت ہے کہ ایک مرتبہ خواب میں زیارت
کے دوران خاکسار کے ایک امر کے متعلق یاد دہانی کرانے
پر حضور نے فرمایا "تمہارا حافظہ میری نسبت بہتر ہے۔"
جس پر انتہائی رقت اس ناچیز پر طاری ہوئی اور
بار بار یہ فریاد منہ سے نکلتی چلی گئی۔ میں تو حضور کے
خاکِ پا کے برابر بھی نہیں۔ نیند کھلنے پر چہرہ آنسوؤں
سے تر تھا۔

ایک مجلس میں ایک بار حضور کے پیہم الطاف خسروانہ
کے کسی قدر تذکرہ کے بعد منہ سے یہ شعر نکل
گیا ؎

اب میں ہوں اور تغافلِ بسیار کے گلے
میں وہ جو مَوردِ کرمِ بے حساب تھا

کچھ عرصہ بعد ایک مشفق دوست نے کہا ایک صاحب
نے تمہاری نسبت ایک منذر خواب دیکھا ہے۔ مناسب
ہے کچھ صدقہ دے دو۔ میں نے کہا صدقہ انشاء اللہ
دے دوں گا، لیکن اگر کوئی امر مانع نہ ہو تو بتا دیں کیا
خواب تھا۔ انھوں نے کہا وہ کہتے ہیں۔ خواب میں حضرت
مصلح موعود اللہ آپ سے راضی ہو، کی زیارت ہوئی اور حضور

نے فرمایا۔ "ہم ظفر اللہ خاں کو لینے آئے ہیں"۔ میں نے
کہا سبحان اللہ والحمد للہ۔ یہ تو نہایت مبشر خواب
ہے۔ اس سے بڑھکر کیا بشارت ہو سکتی ہے۔ دعا کریں
کہ اللہ تعالیٰ اپنے کمال فضل و رحم سے ایسا ہی کرے۔ آمین ؎

جاں مے طلبید یار و ظفر منتظر آنکہ
ایں مژدۂ جاں بخش ز جاناں کہ رساند

حضور کی سیرت طیبہ کا تفصیلی بیان تو مولانا جلال الدین
رومی رحمۃ اللہ علیہ کی مثنوی کے ساتوں دفتروں میں بھی
سما نہیں سکتا البتہ میرے قلب مہجور کی کیفیت کی
جھلک مولانا کے دیوان کے دو شعروں میں محسوس کی
جا سکتی ہے ؎

تا آمدی اندر برم شد کفر و ایماں چاکرم
اے دیدن تو دینِ من اے روئے تو ایمانِ من
مست و خراماں میرود در دل خیالِ یارِ من
ماہے لطیفے بے حدے شاہے کریمے سرورے

حضور کی سیرت کی تفصیل پر آگہی مقصود ہو تو عزیز مکرم
صاحبزادہ میرزا طاہر احمد صاحب متعنا اللہ بطول
بقائہٖ کے بزبان اُردو تیار کردہ "سوانح" کا مطالعہ
کریں اور انگریزی خوان اصحاب مختصر سا بیان انگریزی
زبان میں خاکسار کی تالیف کردہ کتاب

"AHMADIYYAT THE RENAISSANCE OF ISLAM".

کے ابواب گیارہ تا پندرہ۔ صفحات ۲۲۳ تا ۳۳۶ میں
ملاحظہ کریں۔ تاریخ احمدیت کی متعلقہ جلدوں میں بھی تفصیلی
مواد موجود ہے۔ "تحدیث نعمت" میں بھی کچھ تذکرہ ہے۔

اس مختصر وقت میں جو آج میسر ہے اتنا ہی ہو سکتا
ہے کہ نہایت اختصار کے ساتھ کچھ کیفیت تو اُن الطاف
و عنایاتِ بے پایاں کی جو حضور اقدس نے اس ناچیز کے
لیے رَوا رکھے تھے۔ بیان کر دی جائے اور کچھ اشارے
حضور کی شاندار سیرت و کردار اور صفاتِ عالیہ اور گراں مایہ
خدماتِ دینیہ کی طرف کر دیئے جائیں۔ وباللہ التوفیق۔

خاکسار انگلستان میں اپنی تعلیم کے آخری سال میں
تھا جب حضرت مولانا نورالدین صاحب کا وصال ۱۳ مارچ
۱۹۱۴ء کو جمعہ کے دن ہوا اور حضرت صاحبزادہ مرزا
بشیر الدین محمود احمد صاحب قادیان میں موجود اصحاب کی
بھاری کثرت کے والہانہ اصرار پر ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء
کو ہفتہ کے دن قرار پائے۔ خاکسار نے اس
اطلاع کے ملنے پر بلا تامل اپنا عریضہ خدمتِ اقدس میں
ارسال کر دیا کہ خاکسار کی بیعت قبول فرمائی جائے۔ شروع
نومبر میں خاکسار انگلستان سے واپس بمبئی پہنچا اور لاہور
سے بجائے سیالکوٹ سیدھے اپنے والدین کی خدمت
میں حاضر ہونے کے قادیان حاضر ہو کر حضرت مصلح موعود
اللہ آپ سے راضی ہو، کے دستِ مبارک پر بیعت سے
مشرف ہوا۔ وَکَانَ ذالک من فضل اللہ علیٰ
سبحان اللہ والحمد للہ۔ دسمبر ۱۹۱۴ء میں جلسہ سالانہ
میں شمولیت کی سعادت نصیب ہوئی۔

جنوری ۱۹۱۵ء سے خاکسار نے اپنے والدِ محترم
حضرت چوہدری نصر اللہ خاں صاحب کی شاگردی میں
وکالت کی پریکٹس شروع کی۔ ابتداء اپریل میں خاکسار
کو حضور نے قادیان طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ الیسٹر کی

تعطیلات میں جماعتِ دہلی کا ایک جلسہ قرار پایا ہے۔ جس میں تمہیں "ضرورتِ مذہب" پر انگریزی زبان میں تقریر کرنا ہوگی۔ خاکسار نے بادب اپنی کم مائیگی کا اظہار کیا۔ حضور نے بصد شفقت فرمایا ہم نوٹ املا کروا دیتے ہیں۔ تم ان پر غور کر کے انھیں پھیلا لینا۔ اس طور پر خاکسار کو حضور کی شاگردی کا فخر حاصل ہو گیا اور یہ دستور ہو گیا کہ حضور کے ارشاد پر یا خاکسار کی گزارش پر، جیسے موقع ہوتا، حضور نوٹ اِملا کروا دیتے۔ خاکسار انھیں پھیلا لیتا۔

خاکسار نے ڈیڑھ سال کے عرصے میں ضلعے کی عدالتوں میں وکالت کے کام میں اپنے والد صاحب کی مشفقانہ نگرانی میں خاصی مہارت حاصل کر لی۔ لیکن طبیعت میں قانون کی پریکٹس کی طرف رغبت پیدا نہ ہوئی۔ چنانچہ اگست ۱۹۱۶ء کے آخر میں خاکسار "انڈین کیسز" کے نائب ایڈیٹر کی حیثیت سے لاہور منتقل ہو گیا اور گویا اپنی طرف سے قانون کی پریکٹس کو خیر باد کہہ دیا۔ لیکن مادر چہ خیالم و فلک در چہ خیال والا معاملہ ہوا۔ آخر نومبر میں یعنی میرے لاہور منتقل ہونے کے تین ماہ کے اندر حضور کا ارشاد موصول ہوا۔ "پٹنہ ہائی کورٹ میں مونگھیر کی مسجد کے متعلق بحث کی سماعت ہونے والی ہے۔ تم جاؤ اور جماعت کی طرف سے اپیل کی پیروی کرو۔" یا الہٰی! یہ نہایت اہم خدمت اور تیرا یہ عاجز بندہ بالکل خالی!! نہ مجھے یہ معلوم کہ اپیل میں امور متنازعہ کیا ہیں۔ نہ یہ پتہ کہ مطلوبہ تفاصیل کیسے معلوم کروں۔ نہ کبھی مجھے اپنے چیف کورٹ میں پیش ہونے کا

اتفاق ہوا۔ نہ ججوں کو خطاب کرنے کا طریق معلوم۔ غرض میں بالکل کورا اور خالی مانند صفر! ! قانون پیشہ اصحاب میری بے بسی کا اندازہ کر لیں۔ البتہ ایک ڈھارس تھی کہ حضرت مصلح موعود اپنی دعاؤں سے مدد فرماتے رہیں گے ہفتہ کی شام کو پٹنہ پہنچے۔ ڈاک بنگلہ میں قیام ہوا۔ جناب سید وزارت حسین صاحب مرحوم نے جو وکیل تو نہیں تھے، لیکن ابتدائی مرحلے سے لے کر مقدمے کی کارروائی میں گہری دلچسپی لیتے رہے تھے تفصیلی نوٹ تیار کئے ہوئے تھے اور سب نظائر اور کتب متعلقہ فراہم کر رکھی تھیں۔ فجزاہ اللہ خیراً۔ اتوار کے دن بھر میں بغیر کسی وقت کے میں نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق سے پوری تیاری کر لی۔ بنیادی سوال یہ تھا کہ احمدی مسلمان ہیں یا نہیں۔ فریق مخالف کی طرف سے ایک پرہ مسلمان وکلاء کا زیر قیادت مسٹر مظہر الحق صاحب پیروی کے لیے موجود تھا اور ایک گروہ علمائے دین کا اُن کی تائید میں صف آراء تھا۔ دن بھر کی بحث کی سماعت کے اختتام پر چیف جسٹس اور اُن کے رفیق نے خاکسار کے حُسنِ استدلال کی غیر معمولی الفاظ میں تعریف کی۔ جو دوسرے دن تمام اخباروں میں چھپ گئی۔ لاہور کے وکلاء حیران ہوئے کہ یہ کون ظفر اللہ خاں ہے جس نے پٹنہ ہائی کورٹ کے ججوں سے خراجِ تحسین حاصل کیا ہے۔ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال صاحب کے جلیل القدر استاد شمس العلماء جناب مولوی سید میر حسن صاحب کے پسرِ اکبر جناب ڈاکٹر علی نقی صاحب نے جو بچپن میں میری آنکھوں کے علاج کے سلسلے میں مجھ پر

کرم فرمائی کرتے رہے تھے اخبار میں یہ خبر پڑھی تو فرمایا
مَیں تو شروع سے تمہاری لیاقت کا قائل تھا، لیکن تم نے
اپنے تئیں ایک تنگ زنجیر میں جکڑ رکھا ہے جو تمہاری
اعلیٰ ترقی کے رستے میں روک ہوگی۔ مَیں نے گزارش کی۔
ڈاکٹر صاحب ؎

عقل گرداند کہ دل دربندِ زلفش چوں خوش است
عاقلاں دیوانہ گردند از پئے زنجیرِ ما

پٹنہ ہائی کورٹ نے اپنے فیصلے میں قرار دیا کہ احمدی
مسلمان ہیں۔ فالحمدللہ۔

جناب مولانا عطاء اللہ کلیم صاحب ریاست ہائے
متحدہ امریکہ کے مغربی ساحل پر سان فرانسسکو میں سلسلہ
احمدیہ کے مبشر ہیں۔ آج سے چونسٹھ سال قبل ان کے والد
سلسلہ احمدیہ میں بیعت ہوئے۔ اُن کی بیوی سے مولوی
ثناء اللہ صاحب نے مختار نامہ لے کر اُن کی طرف سے
دیوانی دعویٰ دائر کر دیا کہ میرا خاوند احمدی ہونے کی وجہ
سے مرتد ہوگیا ہے، اس لیے قرار دیا جائے کہ میرا نکاح
فسخ ہوگیا ہے۔ خاکسار کو حضور کا ارشاد موصول ہوا
کہ امرتسر کی دیوانی عدالت میں مدعا علیہ کی طرف سے
مقدمہ کی پیروی کرے۔ تعمیلِ ارشاد کے نتیجے میں دعویٰ
مدعیہ خارج ہوا تو جماعت احمدیہ امرتسر نے خاکسار کو
سفر خرچ کے عوض ایک رقم ادا کرنے کی تجویز کی۔ حضور
اقدس کو اِس تجویز کا علم ہوا تو حضور نے فرمایا۔ خدمتِ
دین کا معاوضہ مناسب نہیں۔ اس سے قربانی کی رُوح
سُست پڑ جاتی ہے۔ خاکسار کو اس تجویز کا علم بعد
میں ہوا۔ عرصہ بعد آپ نے اس زرّیں اُصول کو ان
الفاظ میں بیان فرمایا ؎

خدمتِ دین کو اک فضلِ الٰہی جانو
اِس کے بدلے میں کبھی طالبِ انعام نہ ہو

۲۰ راگست ۱۹۱۷ء کو برطانوی دارالعلوم میں وزیر
ہند نے حکومتِ برطانیہ کی طرف سے اعلان کیا کہ ہندوستان
کی آئینی ترقی کا مقصد نوآبادیات کے مساوی آزادی کا حصول
ہوگا۔ اس منصوبے کی تفاصیل کے متعلق رائے عامہ کا علم حاصل
کرنے کے لیے وزیر ہند مسٹر مونٹیگیو خود ہندوستان تشریف
لائے اور بشمول لارڈ چیمسفورڈ وائسرے ہند نمائندہ وفود
کو اپنی تجاویز پیش کرنے کا موقع دیا۔ حضور نے ایک ایڈریس
آئندہ آئینی اصلاحات پر مشتمل تیار فرمایا اور خاکسار کو اس
کا انگریزی ترجمہ کرنے کا ارشاد فرمایا۔ یہ ایڈریس سلسلہ
احمدیہ کے ایک نمائندہ وفد کی طرف سے خاکسار نے وزیر
ہند اور گورنر جنرل کی خدمت میں زیر ہدایت حضرت
مصلح موعود پیش کیا۔ اِسی شام حضور نے وزیر ہند سے
ملاقات کی اور خاکسار کو بطور ترجمان معیت کا ارشاد فرمایا۔
وزیر ہند نے دریافت کیا جو ایڈریس سلسلہ احمدیہ کی طرف
سے آج پیش کیا گیا تھا کس کا لکھا ہوا تھا؟ حضور نے
فرمایا۔ میرا لکھا ہوا تھا۔ اِس نے اُس کا انگریزی میں ترجمہ
کیا۔ وزیر ہند نے کہا۔ اس نے پڑھا بھی بہت خوب۔
وزیر ہند نے ایڈریس میں پیش کردہ تجاویز کی مناسبت کی
تعریف کی اور بعض کا ذکر کرکے کہا۔ یہ میں نے خاص طور پر
اپنی ڈائری میں نوٹ کرلی ہیں۔ یہ صحبت گھنٹہ بھر
جاری رہی۔

۱۹۱۸ء کی گرما میں حضور شملہ تشریف لے گئے۔ کچھ

عرصہ کے لیے خاکسار کو بھی طلب فرمایا۔ ایک روز حکومتِ
ہند کے دفاتر کے ایک بنگالی سپرنٹنڈنٹ حضور کی ملاقات
کے لیے حاضر ہوئے۔ حضور نے اس غلام کو ترجمانی کا ارشاد
فرمایا۔ اُن صاحب کے رُخصت ہو جانے پر خاکسار کی
ترجمانی کے متعلق خوشنودی کا اظہار فرمایا اور فرمایا۔ یہ
میرے منشاء کو خوب واضح کر کے دل نشین کر دیتا ہے۔
غالباً اسی سال حضور نے نظام امارت جاری فرمایا اور
جناب خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب کو جماعت
فیروزپور کا امیر مقرر فرمایا۔ دوسرا امیر اس خاکسار کو
جماعت لاہور کا مقرر فرمایا۔ یہ خدمت ۱۹۳۵ء
تک خاکسار کے سپرد رہی۔

۱۹۲۲ء میں شہزادہ ویلز کی ہندوستان
تشریف آوری پر حضور نے "تحفہ شہزادہ ویلز" لکھا اور
خاکسار کو اس کے انگریزی ترجمے کا ارشاد فرمایا۔ چالیس
سال بعد جب خاکسار اُمم متحدہ کی اسمبلی کا صدر تھا،
ڈیوک آف ونڈسر سے ملاقات کا اتفاق ہوا اور خاکسار
نے تحفہ ویلز کا ذکر کیا۔ انھوں نے بڑی گرمجوشی سے کہا۔
وہ ابھی تک میرے پاس ہے۔

مالا بار کے علاقے میں ایک برہمن سیشن جج
نے ایک احمدی مستغیث کے استغاثے کو اس بناء پر
خارج کر دیا کہ احمدی مسلمان نہیں اور ملزمان کو بری کر دیا۔
مستغیث نے حکومت مدراس کو درخواست کی کہ سیشن
جج کے فیصلے کے خلاف حکومت ہائی کورٹ میں اپیل کرے۔
حکومت نے اس بناء پر انکار کر دیا کہ متنازعہ مسئلہ مذہبی
مسئلہ ہے اور حکومت مذہبی مسئلے میں جانب داری مناسب
نہیں سمجھتی۔ اس مرحلے پر مالابار کی متعلقہ جماعت نے مرکزِ
سلسلہ کی طرف رجوع کیا اور حضرت مصلح موعود نے ارشاد فرمایا
کہ سیشن جج کے فیصلے کے خلاف مدراس ہائی کورٹ میں
درخواست نگرانی داخل کی جائے۔ اس ارشاد کی تعمیل میں
درخواست نگرانی داخل کی گئی اور پختہ پیشی مقرر ہو گئی۔
حضور نے پیروی کے لیے خاکسار کو ارشاد فرمایا۔ اس مسئلہ
متنازعہ پر تو خاکسار کو کسی خاص دِقّت کا سامنا نہیں تھا
لیکن ایک امر پختہ طور پر سدِّ راہ تھا اور وہ یہ تھا کہ مدراس
ہائی کورٹ کے سات ججوں پر مشتمل فل کورٹ کا متفقہ
فیصلہ تھا کہ بریت کے حکم کے خلاف ہائی کورٹ نگرانی کی درخواست
پر غور نہیں کرے گی۔ ان حالات میں کوئی صورت درخواست
نگرانی کی سماعت کی نظر نہیں آتی تھی۔ اجلاس میں
مسٹر جسٹس اولڈ فیلڈ اور مسٹر جسٹس کرشنن شامل تھے۔ فریق
مخالف سینیئر وکیل مسٹر سی مدہون نائر تھے۔ جو اُس وقت
ہائی کورٹ میں گورنمنٹ پلیڈر تھے بعد میں علی الترتیب
ایڈووکیٹ جنرل۔ جج ہائی کورٹ اور پریوی کونسل کی جوڈیشل
کمیٹی کے رکن ہوئے۔ اجلاس کی کارروائی شروع ہوئی۔ مجھے
بحث شروع کرنے کو کہا گیا۔ مَیں کھڑا ہوا اور ایک منٹ انتظار
کی کہ وکیل مخالف عذر کریں گے کہ درخواستِ نگرانی قابل پذیرائی
نہیں۔ لیکن اُن کی طرف سے کوئی جنبش نہ ہوئی۔ مجھے اطمینان
ہو گیا کہ بفضل اللہ سیشن جج کا فیصلہ منسوخ ہو گا چنانچہ
دن بھر کی بحث کی سماعت کے بعد ایسا ہی ہوا۔ فالحمد للہ۔

قادیان کی آبادی بڑھ رہی تھی۔ ساتھ ہی زمین کی قیمتیں
بھی بڑھ رہی تھیں۔ ایک بڑا رقبہ غیر مسلم مزارعان موروثی کے
قبضہ میں تھا۔ یہ امر مستقبل قریب میں مشکلات کا موجب

ہو سکتا تھا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ ایک غیر مسلم مزارعہ موروثی جس کے قبضہ میں باون ایکڑ زمین تھی لاولد مرگیا۔ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا خاندان اس رقبے کے مالکان اعلیٰ تھے۔ متوفی کے لاوارث ہونے کی صورت میں یہ رقبہ خاندان کی ملکیت قرار پاتا تھا، لیکن دو غیر مسلم متوفی کی وراثت کے دعوے دار ہوئے اور معاملہ عدالت دیوانی میں گیا۔ دو سوال قابلِ تصفیہ تھے کیا مدعیانِ وراثت متوفی کے یکجد یان تھے؟ اگر تھے تو کیا مورث مشترک کسی وقت رقبہ متنازعہ پر قابض رہ چکا تھا؟ عدالت ابتدائی نے ان دونوں سوالوں کا جواب مدعیانِ وراثت کے حق میں دیا اور انھیں متوفی کا وارث قرار دیا۔ خاندان کی طرف سے اپیل کیا گیا۔ ڈسٹرکٹ جج نے دونوں امور میں عدالت ابتدائی کے ساتھ اتفاق کیا اور اپیل خارج کر دیا۔ اس مرحلے پر حضرت مصلح موعود اللہ آپ سے راضی ہو، نے خاکسار کو طلب فرمایا اور دریافت فرمایا کہ کیا چیف کورٹ میں اپیل کی گنجائش؟ خاکسار نے گزارش کی کہ چیف کورٹ متعدد بار قرار دے چکی ہے کہ اس امر واقعہ کے متعلق اپیل در اپیل نہیں ہو سکتا۔ خواہ ابتدائی اپیل کی عدالت نے صریح اور فاش غلطی کی ہو۔ اس معاملے میں دونوں امور متنازعہ امور واقعہ ہیں۔ کوئی قانونی سوال حائل نہیں۔ اس لیے خاکسار کی دانست میں دوسرے اپیل کی گنجائش نہیں۔ حضور نے فرمایا۔ یہی رائے اور وکیلوں کی بھی ہے، لیکن میاں شریف احمد صاحب نے خواب دیکھا ہے کہ اپیل کیا گیا اور فیصلہ ہمارے حق میں ہوا۔ چنانچہ اپیل دائر کر دیا گیا اور پختہ پیشی مقرر ہو گئی۔

جب سماعت کی تاریخ قریب آئی تو حضور نے پھر خاکسار کو طلب فرمایا اور ارشاد ہوا۔ معاملے کی اہمیت کے پیشِ نظر بعض احباب کی رائے ہے کہ سر محمد شفیع یا مسٹر پیٹمین کو وکیل کیا جائے، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ محبت اور اخلاص جو کچھ کر سکتے ہیں محض لیاقت نہیں کر سکتی۔ اس لیے میری رائے یہی ہے کہ تم بحث کرو۔ سماعت کے مرحلے پر فریق مخالف کی طرف سے دیوان سیتا رام وکیل تھے۔ جو ایک کہنہ مشق قانون دان تھے اور مجھ سے کئی سال سینئر تھے۔ بحث سماعت ہوئی۔ اپیل منظور ہوا۔ فالحمد للہ۔

۱۹۲۴ء میں لندن میں ایک کانفرنس مذاہب قرار پائی۔ حضورؓ کو اس کانفرنس میں اسلام کی نمائندگی کی دعوت دی گئی۔ جسے حضور نے قبول فرمایا۔ اس کانفرنس کے پیش نظر حضور نے "احمدیت یعنی حقیقی اسلام" تالیف فرمائی اور خاکسار کو اس کا انگریزی ترجمہ کرنے کا ارشاد فرمایا۔ خاکسار ابھی ½ حصہ کتاب کا ترجمہ کر پایا تھا کہ خاکسار انگلستان کے سفر پر روانہ ہو گیا اور حضور کی لندن تشریف آوری پر حضور کے ہمراہی خدام کے زمرے میں شامل ہو گیا۔ حضور نے جو مضمون کانفرنس میں پڑھے جانے کے لیے تیار کیا اس کا ترجمہ بھی خاکسار کے سپرد ہوا حضور کی تصنیف "احمدیت یعنی حقیقی اسلام" کی قبولیت کا اندازہ ایک اس واقعہ سے کر لیا جائے کہ کانفرنس کے دوران ایک روز ایک انگریز مسیحی پادری نے حضور سے مصافحہ کیا اور حضور کے دستِ مبارک کو تھامے ہوئے گزارش کی "میں نے کل سہ پہر آپ کی تصنیف یہاں دیکھ کر خریدی اور شام کے کھانے کے بعد اسے پڑھنا

شروع کیا اور میری توجہ کو اس نے اس حد تک جذب کیا کہ میں تمام رات اسے پڑھتا چلا گیا اور صبح ہونے پر اس کا مطالعہ مکمل کر لیا۔"

کانفرنس میں حضور نے اپنا مضمون سنانے کا خاکسار کو ارشاد فرمایا جب خاکسار مضمون پڑھنے کے لیے کھڑا ہوا تو حضور نے کمال شفقت کے لہجے میں فرمایا "گھبرانا نہیں میں دعا کرتا رہوں گا۔" آج چھپن ۵۶ سال کے بعد بھی اُن شیریں الفاظ کی پُر کیف لذت کی یاد میرے دل میں لطیف عطر کی خوشبو کی طرح مہک رہی ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

مضمون پوری توجہ اور انہماک سے سُنا گیا۔ امپیریل انسٹی ٹیوٹ کا وسیع ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ خاموشی کا یہ عالم تھا کہ حاضرین گویا بے جان بُت تھے جو ہمہ تن گوش بن گئے تھے۔ جب گھنٹہ بھر کے بعد اس عاجز کی آواز "وَ آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین" کی پکار کے ساتھ تھمی تو ایسے محسوس ہوا کہ گویا سمندر کا بند ٹوٹ گیا اور تمام ہجوم یکبارگی وسیع سٹیج کی طرف والہانہ جوش سے بڑھا تا ان مبارک ہاتھوں کے مصافحہ کی برکت سے فیضیاب ہو۔

لندن میں حضور کی مصروفیت کا یہ عالم تھا کہ چند مختصر گھنٹے حضور کو نیند اور آرام کے لیے میسّر آتے تھے زیادہ وقت آپ کا ملاقاتوں میں صرف ہوتا تھا۔ ۱۹؍ اکتوبر کو آپ نے لندن میں پہلی مسجد کا سنگِ بنیاد اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھا۔ اس مسجد کا افتتاح ۳؍ اکتوبر ۱۹۲۶ء کو شیخ سر عبد القادر صاحب نے کیا۔

دونوں مواقع پر مسلم اور غیر مسلم یورپین اور ایشیائی معززین کا ایک اجتماع عظیم ان مبارک تقریبوں میں شامل ہوا۔

ابھی حضور لندن ہی میں مقیم تھے کہ نعمت اللہ خاں صاحب کی افغانستان میں امیر امان اللہ خاں کے ماتحت سنگساری سے شہادت کی اندوہناک خبر پہنچی۔ حضور کے اور حضور کے رفقاء کے دلوں کی جو کیفیت اس غمناک سانحہ کی اطلاع ملنے پر ہوئی۔ اسے اللہ تعالےٰ ہی جانتا ہے۔ ESSEX HALL میں ایک احتجاجی جلسہ ڈاکٹر والٹر والش کی صدارت میں ہوا جس میں برطانیہ کے چیدہ رہنماؤں نے اس ظالمانہ بے رحمی سے بیزاری کا اظہار کیا اور اسے ننگِ انسانیت قرار دیا۔

جیسے حضور نے خاکسار کو حُکماً قانون کی پریکٹس کی طرف متوجہ کیا تھا۔ ویسے ہی اب بھی حکماً بلکہ تعزیراً ملک کی سیاسی خدمت پر مجبور کیا اور ۱۹۲۶ء کے انتخابات میں خاکسار پنجاب لیجسلیٹو اسمبلی کا رکن منتخب ہوا اور دوبارہ اور سہ بارہ بلا مقابلہ منتخب ہو کر ۱۹۳۵ء تک یہ خدمت سرانجام دیتا رہا۔

۱۹۲۶ء میں تو خلافتِ ثانیہ کے باون سالوں میں سے ابھی بارہ سال ہی گزرے تھے اور آفتابِ خلافت ابھی نصف النہار سے کہیں قریب بھی نہیں پہنچا تھا اور یہ ذاتی حکایت اس قدر لذیذ ہے کہ باوجود انتہائی اختصار کے جس قدر وقت میں نے اپنے ذہن میں اس کے لیے تجویز کیا تھا اس سے زیادہ صرف ہو چکا ہے۔ اس لیے اب میں اس باب کو تہ کرتا ہوں اور مضمون کے

دوسرے حصے کی طرف متوجہ ہوتا ہوں، لیکن اس میں بھی صرف سرخیوں کا شمار ممکن ہے، تفصیل کی گنجائش نہیں۔

حضور اقدس کے سوانح پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے یہ احساس ہوتا ہے کہ آپ کا زمانۂ خلافت پانچ دس دس سالہ حصوں پر منقسم تھا۔ پہلے دس سال کے عرصے میں حضور کی توجہ جماعت کی دینی تربیت اور علمی اور ذہنی نشوونما کے علاوہ جو سارے عہد خلافت میں آپ کی اوّلین اور بالتواتر توجہ کے جاذب رہے اور جن سے کسی وقت اور کسی حالت میں بھی حضور ایک لحظہ کے لیے بھی غافل نہ ہوئے۔ زیادہ تر جماعت کے استحکام اور غیر مبایعین کی معاندانہ سرگرمیوں کے ردّ اور روک تھام کی طرف لازماً مبذول رہی۔ یہ دس سالہ عرصہ ۱۹۲۴ء میں ختم ہوا اور اسی سال سفر یورپ کے ساتھ دوسرا دس سالہ دَور شروع ہوا۔ پہلے دَور کا ایک نمایاں کارنامہ ملکانہ راجپوتوں کے علاقوں میں آریہ سماج کی زور دار شدھی کی تحریک کا کامیاب مقابلہ اور اس خطرناک اور زہریلی تحریک کا کامل استیصال تھا۔ حضور کی حد درجہ دانشمندانہ اور دُور بین قیادت اور جماعت کی طرف سے اعلیٰ درجہ پر فرماں برداری اور قربانی کا نمونہ غیر احمدی سنجیدہ طبقات کی طرف سے خراجِ تحسین وصول کیے بغیر نہ رہے۔ والله الحمد۔

دوسرے دس سالہ عرصے میں راج پال کی ننگِ انسانیت کتاب بنام "رنگیلا رسول" کی اشاعت کے نتیجہ میں پیدا شدہ فتنے کا ہر رنگ اور ہر پہلو سے سدِّ باب حضور کا ایک نہایت ہی مستحسن کارنامہ تھا۔ حضور کی مساعی جمیلہ کے ذریعے ایک تو بانیانِ مذاہب کے ناموس کے تحفظ سے متعلق قانون کی عدالتی تشریح نے خاطر خواہ شکل اختیار کر لی۔ دوسرے اُس قانون کی ایسی ترمیم کر دی گئی جس سے آئندہ غلط تعبیر کا خدشہ نہ رہا۔ تیسرے آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سوانح مبارک اور سیرتِ طیبہ پر ہندوستان کے طول و عرض میں ہر سال پبلک جلسوں میں مسلم اور غیر مسلم اصحاب کی طرف سے تقریروں کا منصوبہ تجویز کیا اور اس پر عمل جاری کیا۔ اس منصوبے کی کامیابی کے لیے مسلم اور غیر مسلم مقررین کی ایک فہرست تیار کی گئی۔ جس میں ۱۴۰۰ سے زائد اصحاب نے اپنے نام لکھوائے۔ انھیں تقریروں کی تیاری میں مدد دینے کے لیے سیرۃ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نوٹ تیار کئے گئے اور پانچ ہزار کی تعداد میں چھپوا کر مقررین اور دیگر اصحاب کو ارسال کئے گئے۔ "الفضل" کا ۲۷ صفحات پر مشتمل ایک خاص سیرت نمبر شائع کیا گیا۔ جس کی وسیع اشاعت ہوئی۔ اِس منصوبے کے سلسلہ میں پہلے سال کے جلسے ۱۷ر جون ۱۹۲۸ء کو نہایت کامیابی کے ساتھ منائے گئے۔ کچھ عرصہ بعد حضور نے تمام بانیانِ مذاہب کی سیرت کے جلسوں کی تحریک بھی جاری کر دی۔ یہ دونوں تحریکیں نہایت کامیابی سے جاری ہیں اور بین المذاہب تعلقات کی خوشگواری میں بہت ممد ہیں۔ اُن کا حلقہ بھی جماعت احمدیہ کی روز افزوں ترقی اور وسعت کے ساتھ وسیع سے وسیع تر ہوتا جا رہا ہے۔ پچھلے سے پچھلے سال کینیڈا کے صوبے البرٹا کے شہر کالگری کے جامعۃ العلوم میں خاکسار نے "یوم بانیانِ مذاہب" کی کانفرنس کی صدارت کی۔

۱۸۴۶ء میں برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی نے امرتسر کے معاہدے کی رُو سے وادیٔ کشمیر اور اس کے ملحق علاقوں کا نظم ونسق جموں کے ڈوگرہ راجہ گلاب سنگھ کے سپرد کر دیا۔ جس نے اقتدار سنبھالتے ہی ان تمام علاقوں کی مسلم آبادی پر مظالم کی وہ شدت عائد کر دی جس کی نظیر انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ بیسویں صدی کے ابتدائی بیس سالوں میں وادیٔ کشمیر کی مسلمان آبادی میں اپنے حقوق کی دادرسی کے متعلق کچھ حرکت شروع ہوئی۔ جسے ریاست کے افسران نے سختی سے دبانے کی کوشش کی، لیکن یہ سلسلہ بڑھتا گیا اور پے در پے فسادات ہوتے گئے۔ جن میں رعایا کا خاصہ جسمانی زیاں ہوتا گیا۔ ۱۹۳۰ء میں ان ہنگاموں میں بہت سی جانیں تلف ہوئیں۔ پنجاب کی مسلم آبادی، جس میں ایک معتدبہ عنصر کشمیری مسلمانوں کا تھا، ان اندوہناک واقعات سے بہت متاثر ہوئی، لیکن اپنے مظلوم کشمیری بھائیوں کی دادرسی کا کوئی موثر ذریعہ نہ سوچ سکی۔ ۱۹۳۱ء کی ابتداء میں حضور نے جو کشمیری مسلمان آبادی کی خوشحالی میں بہت دلچسپی لے رہے تھے۔ "الفضل" میں ایک سلسلۂ مضامین کے ذریعے مسلمانانِ پنجاب کو توجہ دلائی کہ انھیں کشمیر کی مسلم آبادی کی مدد اور حمایت میں مؤثر قدم اُٹھانا چاہیئے۔ دریں اثناء کشمیر میں صورت حالات بد سے بدتر ہوتی گئی اور ۱۳ر جولائی کے فسادات کو فرو کرنے میں ۲۷ کشمیری مسلمان مارے گئے اور ایک کثیر تعداد زخمی ہوئی۔ اس پر حضور نے ایک درجن کے قریب سرکردہ مسلمانوں کو شملہ میں مشورہ کے لیے جمع ہونے کی دعوت دی۔ بعد مشورہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا انعقاد عمل میں آیا اور اراکین کمیٹی کے متحدہ شدید اصرار پر حضور نے ایک سال کے لیے کمیٹی کا صدر بننا منظور فرمایا۔ آپ کی زیر صدارت اور ہدایات کے مطابق جو کارہائے نمایاں کمیٹی اور اس کے مخلص اور جان نثار کارکنان نے بفضل و تائید الٰہی سرانجام دیئے اُن کی زریں تفاصیل کے رقم کرنے کے لیے ایک ضخیم صحیفہ درکار ہے۔ سال بھر بعد کمیٹی کے اراکین پھر بہ شدت مُصر ہوئے کہ حضور اپنی صدارت کو جاری رکھیں اور حضور نے مزید ایک سال کے لیے صدارت کے فرائض کا سرانجام دینا منظور فرما لیا۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس سلسلے میں آپ کی مساعی جمیلہ مسلم اہالیانِ کشمیر کی رُستگاری کا موجب ہوئیں۔

کشمیر کمیٹی کے انعقاد سے کچھ عرصہ قبل پنجاب میں ایک نئی سیاسی پارٹی بنام احرار قائم کی گئی۔ جس کے بانیان کا واحد مقصد ذاتی خود نمائی تھا۔ جس کی سیاسی پالیسی آل انڈیا کانگریس کے ہم نوا تھی اور جس کا آلۂ کار سلسلہ احمدیہ کی مخالفت کے ذریعے عامۃ المسلمین کی تائید حاصل کرنا تھا۔ کشمیر کمیٹی کے انعقاد کے ساتھ ہی حضور نے احرار کو دعوت دی کہ دو نمائندے کمیٹی میں شمولیت کے لیے نامزد کر دیں، لیکن مجلس احرار کو یہ دعوت منظور نہ ہوئی۔ اوّل، اوّل تو احرار کشمیر کمیٹی کی سرگرمیوں سے لاپرواہ رہے، لیکن جب محسوس کیا کہ کمیٹی کی مساعی نتیجہ خیز ثابت ہو رہی ہیں اور عامۃ المسلمین انہیں بنظرِ استحسان دیکھ رہے ہیں تو احرار بھی میدان میں نکل آئے اور اپنی غیر آئینی اور کوتاہ بین رَوِش سے کمیٹی کی مساعی اور ان کے حیرت انگیز نتائج

کو مخدوش کرنے میں اپنی طاقت صرف کرنے لگے۔ ایک موقع پر سردار سکندر حیات خان صاحب چیف منسٹر پنجاب نے کشمیر کمیٹی اور مجلس احرار کے درمیان مفاہمت کی غرض سے حضور اور چودھری افضل حق صاحب صدر مجلس احرار کو اپنے یہاں دعوت دی۔ دورانِ گفتگو چودھری افضل حق صاحب نے بڑے جوش سے حضور کو مخاطب کر کے کہا۔ صوبائی انتخابات میں جماعت احمدیہ نے میری مخالفت کی ہے۔ اِس لیے مجلس احرار نے سلسلہ احمدیہ کی بربادی کو اپنا مقصد ٹھہرا لیا ہے۔ حضور اس لاف زنی پر مسکرائے اور فرمایا۔ چودھری صاحب ہمارا دعویٰ ہے کہ سلسلہ احمدیہ اللہ تعالیٰ کا قائم کردہ ہے۔ اگر ہم اِس دعویٰ میں جھوٹے ہیں تو آپ کو کسی تردّد کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ خود اسے برباد کر دیگا۔ اور اگر ہمارا دعویٰ سچّا ہے اور یقیناً سچّا ہے تو ایک مجلس احرار تو کیا اگر دنیا کی تمام مجالس اور تمام حکومتیں اس سلسلے کو برباد کرنے کا تہیہ کر لیں اور اپنی تمام مساعی اس مقصد کے حصول کے لیے وقف کر دیں تو سلسلے کو کچھ گزند نہیں پہنچا سکیں گی۔

احرار کی سرگرمیوں اور معاندانہ عزائم میں وسعت ہوتی گئی۔ حتیٰ کہ اکتوبر ۱۹۳۴ء میں اُن کی طرف سے ایک نام نہاد تبلیغی کانفرنس کے منصوبے کا اعلان کیا گیا جو قادیان کے نواح میں منعقد کی جانے والی تھی۔ اِس کانفرنس کی غرض محض فتنہ و فساد تھی، لیکن باوجود اس کے صوبے کی حکومت نے اس کی اجازت دے دی۔ پنجاب کے گورنر اُن دنوں سر ہربرٹ ایمرسن تھے جنہیں اپنی قابلیت اور دُور بینی پر بہت ناز تھا۔ انھیں ایک تو حضرت مصلح موعود کے متعلق یہ شکوہ تھا کہ حضور نے ایک دینی رہنما ہوتے ہوئے کشمیر کے معاملات میں کیوں عملی دلچسپی لی اور بہ حیثیت صدر کشمیر کمیٹی مہاراجہ کشمیر کی حکومت کو مشکلات میں اُلجھا دیا۔ اور اس سے بڑھ کر انہیں یہ بے جا اندیشہ تھا کہ سلسلہ احمدیہ کا نظام حکومت در حکومت کی حیثیت اختیار کرتا چلا جا رہا تھا جو مستقبل قریب میں حکومت کے لیے سنجیدہ مشکلات پیدا کرنے کا موجب ہوگا۔

قادیان کے نواح میں احرار کی کانفرنس قادیان کے امن کے تحفظ کے متعلق پریشانی کا موجب تھی۔ چنانچہ ناظر صاحب امور عامہ نے قریبی جماعتوں کے نام چٹھیاں لکھیں کہ وہ ان ایام میں حفاظت کے انتظام کے لیے رضاکار قادیان بھیج دیں۔ ان چٹھیوں کا علم ہونے پر صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع گورداسپور قادیان آئے اور ناظر صاحب امور عامہ کو یقین دلایا کہ حکومت کی طرف سے قادیان کی حفاظت کا پورا انتظام کیا جائے گا۔ اس اطمینان دہی پر ناظر صاحب امور عامہ نے چٹھیاں منسوخ کر دیں، لیکن معلوم ہوتا ہے اس مفاہمت کی اطلاع فوری طور پر گورنر صاحب کو نہیں پہنچی جو اس تمام معاملے میں بہت دلچسپی لے رہے تھے۔ انھوں نے ان چٹھیوں کا عذر رکھ کر کریمنل لاء ایمنڈمنٹ ایکٹ کے ماتحت حضرت مصلح موعود کے نام نوٹس بھجوا دیا کہ کانفرنس کے ایام میں نہ کسی احمدی کو قادیان آنے کی دعوت دی جائے۔ نہ کسی آنے والے کی رہائش یا طعام کا انتظام کیا جائے وغیرہ۔ حضور نے

اِس ناواجب نوٹس کو بے جا شمار کرتے ہوئے سلسلہ کی ہتک قرار دیا اور اپنے متواتر تین چار خطباتِ جمعہ میں حکومت کے بے جا اقدام پر کڑی نکتہ چینی کی۔ ضلع کی طرف سے C.I.D کے دو موٹر سائیکل سوار کارکن خطبہ سننے کے لیے آتے جنہیں حضور کی ہدایت کے ماتحت حضور کے بالکل قریب بیٹھنے کی سہولت مہیّا کی جاتی۔ وہ خطبے کی مکمل رپورٹ ایک گھنٹے کے اندر ضلع میں پہنچاتے اور فوراً ہی انگریزی میں ترجمہ ہو کر رپورٹ گورنر صاحب کی خدمت میں بھیج دی جاتی اور اِس طرح ہفتہ کی صبح کو گورنر صاحب اس کا مطالعہ کرتے۔ کچھ مدت بعد صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس نے شیخ بشیر احمد ایڈووکیٹ مرحوم سے کہا۔ آپ کی جماعت کے امام نہایت فہیم اور نکتہ رس ذہن کے مالک ہیں۔ اُن کے خطبات میں حکومت کے اقدام پر نہایت سخت تنقید ہوتی تھی، لیکن جوش میں بھی کوئی ایسی بات منہ سے نہیں نکلتی تھی جس پر قانونی گرفت ہو سکتی۔ آخر گورنر صاحب نے ایک مخلص خادم سلسلہ کی وساطت سے حضور سے مصالحت چاہی اور صوبائی حکومت کے ہوم سیکرٹری نے حضور کی خدمت میں چٹھی لکھی جس میں حضور کے نقطۂ نظر کی صحت کو تسلیم کرتے ہوئے حکومت کے اقدام پر اظہار افسوس کیا۔ اس پر حضور نے اپنے خطبے میں اعلان فرمایا کہ چونکہ حکومت نے میرے نقطۂ نظر کی صحت کو تسلیم کر لیا ہے اس لیے اس موضوع پر اب کچھ مزید کہنے کی ضرورت نہیں۔

احرار کانفرنس میں سلسلہ احمدیہ کے خلاف بہت زہر اگلا گیا تھا۔ جس کا ایک نہایت خوش گوار نتیجہ یہ ہوا کہ حضور نے اپنے ۲۳ ر اور ۳۰ ر نومبر اور ۷ ر دسمبر کے خطباتِ جمعہ میں تحریک جدید کا اعلان فرمایا اور پہلے سال کے اخراجات کے لیے ساڑھے ستائیس ہزار روپے طلب فرمائے۔ جماعت نے تحریک کا والہانہ خیر مقدم کیا اور ایک لاکھ سات ہزار روپے پہلے سال کے اخراجات کے لیے پیش کر دیئے۔ تحریک جدید کی سرگرمیوں کے نیک نتائج آج چہار دانگ عالم کے مخلص نمائندوں کی شکل میں آپ کے سامنے ہیں۔ تحریک جدید کا بجٹ ۲۷½ ہزار سے بڑھتا ہوا جلد انشاء اللہ ۲۷½ لاکھ تک پہنچنے والا ہے۔ فللہ الحمد۔

اب وقت ختم ہونے والا ہے اور اس خلاصے کا ابھی تیسرا حصہ بھی ختم نہیں ہو سکا۔ نظامِ جماعت میں مجلس مشاورت کا قیام۔ انصار اللہ کا استحکام، خدام الاحمدیہ۔ اطفال الاحمدیہ۔ لجنہ اماء اللہ کا نظام، تعلیمی اداروں میں تعلیم الاسلام کالج، جامعہ احمدیہ، عورتوں کی اعلیٰ تعلیم کا انتظام، علوم ظاہری و باطنی کے متواتر بہتے ہوئے چشمے، سالانہ جلسوں میں علمی تقاریر، قرآن کریم کی تفاسیر صغیر و کبیر، دعوۃ الامیر جس کا انگریزی ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ قرآن کریم کے انگریزی ترجموں کا دیباچہ۔ جس میں سیرت رسولؐ بھی شامل ہے اور جو الگ ایک ضخیم کتاب کی شکل میں انگریزی اور فرانسیسی میں چھپ چکا ہے، صیغہ جات افتاء و قضا کا انعقاد، ۱۹۳۹ء میں خلافت جوبلی کا انعقاد، ۱۹۴۴ء میں مصلح موعود کا انکشاف، ۱۹۵۴ء میں قاتلانہ حملے میں حفاظت۔ سیاسی قیادت میں نہرو کمیٹی کی رپورٹ پر تبصرہ، مسلم لیگ کی حمایت، عبوری حکومت میں مسلم لیگ

کی شرکت کے لیے مساعی، بونڈری کمیشن کے رُوبرو مسلم حقوق کی حمایت، تقسیم ملک کے مرحلے پر مہاجرین کی حفاظت، ربوہ کا قیام، ۱۹۵۵ء میں یورپ کا سفر، غرض کوئی مرحلہ، کوئی پہلو ملّی اور قومی زندگی کا ایسا نہیں جس میں حضور کے سنہری کارنامے تا ابد آپ کی یاد تازہ نہ کرتے رہیں ؎

از رموزِ شرح و حکمت با ہزاراں اختلاف
نکتۂ ہرگز نہ شد فوت از دل دانائے تو

کی کیفیت تھی۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین
والسلام والصلوٰۃ علیٰ رسولہ الکریم

****

اقوام متحدہ اور پاکستان

"دوسری قوموں کے مقابلے میں پاکستان کی زندگی اقوام متحدہ میں بیحد مختصر ہے، لیکن اس مختصر عرصہ میں بھی پاکستان کے نمائندوں خصوصاً پاکستان کے وزیر خارجہ چوہدری ظفر اللہ خاں نے اقوام متحدہ کے حلقوں میں اپنے لیے خوب نام پیدا کر لیا ہے۔ عرب ممالک کے ترجمان کی حیثیت سے چوہدری ظفر اللہ خاں کا درجہ بہت بلند اور قابلِ احترام ہے اس کے علاوہ جب کبھی کوئی الجھن پیدا ہوتی ہے تو اقوام متحدہ کے نمائندوں کی نظریں ہمیشہ چوہدری ظفر اللہ خاں کی طرف ہی اُٹھتی ہیں۔ کیونکہ ان کی نکتہ رس نظر تمام قانونی پیچیدگیوں اور باریکیوں کو حل کرنے کی ضامن ہے"۔ رسالہ ماہِ نو کراچی
اکتوبر ۱۹۵۱ء صفحہ ۲۴

(مرسلہ وکالت تبشیر ربوہ)

۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو سیدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے جس موعود فرزند کی پیشگوئی فرمائی تھی اس کی باون (۵۲) علامات میں سے ایک یہ بیان فرمائی تھی کہ ـــ "وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا"ـــ چنانچہ اس خدائی بشارت کے عین مطابق اس موعود فرزند نے واقعی زمین کے کناروں تک شہرت پائی ـ اس کے ثبوت کے طور پر ذیل میں ایک خاکہ پیش کیا جارہا ہے۔ جس میں ان ممالک کا ذکر ہے جہاں سیدنا حضرت فضل عمر، اللہ آپ سے راضی ہو۔ کے مبارک عہد خلافت میں احمدیہ مسلم مشن قائم ہوئے اور ان ممالک میں آپ نے شہرت پائی۔

نام ملک	تاریخ قیام مشن	مجاہد اول
ہالینڈ	۲ جولائی ۱۹۴۷ء	مکرم حافظ قدرت اللہ صاحب
جرمنی	۱۹۲۳ء	ملک غلام فرید صاحب اور مولوی مبارک احمد صاحب
ڈنمارک	۱۹۵۶ء	مکرم سید کمال یوسف صاحب
جاپان	۱۹۳۵ء	" صوفی عبدالقدیر نیاز صاحب
سوئٹزرلینڈ	۱۹۴۶ء	" شیخ ناصر احمد صاحب
گیانا	۱۹۵۹ء	" بشیر احمد آرچرڈ صاحب
ماریشس	۱۹۱۵ء	" صوفی غلام محمد صاحب
امریکہ	۱۹۲۰ء	حضرت مفتی محمد صادق صاحب
فجی	۱۹۶۰ء	مکرم شیخ عبدالواحد صاحب
انڈونیشیا	۱۹۲۵ء	" مولوی رحمت علی صاحب

نام ملک	تاریخ قیام مشن	مجاہد اوّل
انگلستان	۱۹۱۳ء	حضرت فتح محمد سیال صاحب
گھانا	۱۹۲۱ء	" عبدالرحیم صاحب نیر
نائیجیریا	"	" " "
سپین	۱۹۳۶ء ۱۹۴۶ء	محمد شریف صاحب گجراتی،
جنوبی افریقہ	۱۹۴۶ء	مکرم ڈاکٹر محمد یوسف سلیمان صاحب
ہنگری	۱۹۳۶ء	مکرم حاجی احمد خان صاحب ایاز
یوگنڈا، کینیا، ٹانگانیکا	۱۹۳۴ء	مکرم شیخ مبارک احمد صاحب
البانیہ	۱۹۳۶ء	" مولوی محمد دین صاحب
یوگوسلاویہ	۱۹۳۷ء	" " " " "
بلغاریہ	۱۹۳۸ء	" " " " " "
ارجنٹائن	۱۹۳۶ء	" مولوی رمضان علی صاحب
اٹلی	۱۹۳۷ء	" ملک محمد شریف گجراتی
فرانس	۱۹۴۶ء	ملک عطاء الرحمٰن صاحب اور چوہدری عطاء اللہ صاحب
پولینڈ	۱۹۳۷ء	مکرم حاجی احمد خان صاحب
تنزانیہ	۱۹۴۸ء	" عبدالکریم صاحب شرما
آئیوری کوسٹ	۱۹۶۰ء	" قریشی مقبول احمد صاحب
ٹرینیڈاڈ	۱۹۵۱ء	" محمد اسحٰق صاحب ساقی
لائبیریا	۱۹۵۶ء	" صوفی محمد اسحٰق صاحب
سنگاپور	۱۹۳۵ء	" غلام حسین ایاز صاحب
سری لنکا	۱۹۳۱ء	" مولوی عبداللہ صاحب
برما	۱۹۳۵ء	" احمد خاں صاحب نسیم
عدن	۱۹۴۶ء	" غلام احمد صاحب مبشر

نام ملک	تاریخ قیام مشن	مجاہد اوّل
لبنان	۱۹۵۱ء	مکرم رشید احمد صاحب چغتائی
مسقط	۱۹۴۹ء	" روشن الدین صاحب فاضل
ایران	۱۹۲۴ء	" شہزادہ عبدالمجید صاحب
بخارا	"	" ظہور حسین صاحب
فلسطین	۱۹۲۸ء	" جلال الدین صاحب شمس
مصر	۱۹۲۲	" شیخ محمود احمد عرفان صاحب
شام	۱۹۲۵ء	" ولی اللہ شاہ صاحب
اردن	۱۹۴۸ء	" رشید احمد صاحب چغتائی
سورینام	۱۹۵۶ء	" رشید احمد صاحب اسحٰق
سیرالیون	۱۹۲۱ء	حضرت عبدالرحیم صاحب نیرؔ
گیمبیا	۱۹۶۰ء	مکرم الحاج حمزہ سنیالو صاحب

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
اوکاڑہ میں احمدی بھائیوں کی تھوک
کپڑے کی مشہور دکان
میسرز شیخ فضل محمد * طاہر احمد
اینڈ کمپنی
کلاتھ مرچنٹس ★ فون نمبر ۳۸۶۰
صدر بازار اوکاڑہ

صنفِ گریز

(ڈاکٹر قیس بینائی نجیب آبادی کراچی)

نظم و نظامِ دینِ فطرت ہے یہ فلاحِ انسانیت

قرآں پڑھکر اس پہ عمل کر رکھ دے خود کو ایسا بدل کر

اللہ ترا ہو جائے ولی فردوس میں خوش ہو روحِ نبیؐ

بوبکر و عمر عثمان و علی خوش ہو کے دعاء دیں تجھ کو سبھی

اے تو کہ ہے عاقل و فرزانہ تسبیحِ جماعت کا دانہ

اے پُشتۂ تعمیرِ ملّت اے حلقۂ زنجیرِ ملّت

اے منسلکِ تسبیحِ امام ہے جن کے قدم سے دیں کا قیام

وہ مرکزِ وحدت کا نقطہ وہ قلبِ جماعت کا نقطہ

کاشفِ رمز و رازِ شریعت راہ نمائے راہِ طریقت

عقدہ کشائے سِرِّ حقیقت ناصرِ دین و مظہرِ قدرت

حافظ مرزا ناصر احمد ناشرِ نورِ شرعِ محمدؐ

جن کی اطاعت جانِ عبادت جن کی اطاعت روحِ جماعت

طارقِ ثانی فاتحِ یورپ دجّال بھی جن کے ڈر سے چُپ

تھر تھر تھر تھر کانپ رہا ہے ڈر کے مارے ہانپ رہا ہے

صدیوں سے جو گھاگ رہا ہے میداں چھوڑ کے بھاگ رہا ہے

مکتوبِ امریکہ

محترم میاں محمد ابراہیم صاحب جمونی مبلغ امریکہ نے اپنے بیٹے محترم محمد اسحٰق صاحب کے نام ایک مکتوب میں حضور ایدہ اللہ کے دَورہ امریکہ ۱۹۸۰ء کے مختصر حالات لکھے۔ محترم موصوف کا وہ مکتوب ہدیہ قارئین ہے ★ (ادارہ)

متعدد عزیزوں اور دوستوں نے گلہ کیا ہے کہ مَیں نے حضور کے شمالی امریکہ کے دَورہ کے متعلق رپورٹ نہیں بھجوائی۔ مَیں اس لیے رُکا رہا کہ الفضل کے خصوصی نمائندہ کی رپورٹ میں عنقریب تفاصیل آ جائیں گی، لیکن آج اس خیال سے کہ ابھی امریکہ کی باری تو دیر سے آئے گی۔ اپنے بعض ذاتی تاثرات جن کو قلمبند کرنے کی مجھے سے توفیق ہو رہی تھی۔ لکھکر بھجوا دوں۔

مَیں حضور کے ٹورانٹو (کینیڈا) میں ورودِ مسعود سے دو روز پیشتر ہی وہاں پہنچ گیا تھا۔ حضور ۴ ستمبر ۱۹۸۰ء کو لندن سے تشریف لائے۔ ٹورانٹو میں رائیل پارک ہوٹل میں قیام فرمایا۔ جماعتی تقاریب، ملاقاتیں، پریس کانفرنسیں اور تقاریر کی کثرت اور گھما گھمی کا یہ عالم تھا کہ تین روز تک حضور ٹورانٹو رہے، لیکن ایک منٹ کے لیے بھی ہوٹل سے باہر نہ جا سکے۔ ویسے ہوٹل بڑا شاندار اور وسیع تھا وہی جس میں بالعموم حکومتوں کے سربراہان ٹھہرتے ہیں۔ ٹورانٹو میں منعقدہ ان تقاریب کی تفصیلات ایک حد تک شائع ہو چکی ہیں۔ کچھ بعد میں چھپتی رہیں گی، لیکن جن بعض امور نے مجھے ذاتی طور پر متاثر کیا ان کا مختصر ذکر کر دیتا ہوں۔

ہوٹل والوں نے حضور کی تشریف آوری پر نہایت ادب و احترام اور حضور کی شان کے مطابق استقبال کیا۔ "ریڈ کارپٹ" "TREATMENT" دیا۔ بڑے دروازے سے ہوٹل کے افسران ESCORT کر کے حضور کے کمرے تک خود لے گئے۔ اور جتنا وقت حضور نے قیام فرمایا۔ اس اثناء میں جب بھی تقاریب کے سلسلہ میں حضور کو اپنی منزل سے باہر جانا ہوتا ہوٹل کا خاصہ عملہ (حفاظتی اور انتظامی) ساتھ ہوتا۔

محترم صاحبزادہ میاں انس احمد صاحب کو اس سفر میں مجھے پہلی مرتبہ زیادہ قریب سے دیکھنے کا موقع۔ ماشاء اللہ۔ اعلیٰ انتظامی قابلیت کے مالک ہیں۔ پوری

ذمہ داری اور وقار سے پرائیوٹ سیکرٹری کے فرائض ادا کرتے رہے۔ زیرک چوکس ہیں۔ بیدار مغز۔ علم دوست اور صاحب بصیرت ہیں اور محترم میاں فرید احمد صاحب (جو خدام الاحمدیہ کے نمائندہ کے طور پر قافلہ میں شامل تھے) کی صلاحیتوں کا ایک حد تک میں پہلے ہی مداح تھا۔ اس دورہ میں ساتھ رہ کر میرا تأثر اور زیادہ مضبوط ہوگیا انھوں نے خدام الاحمدیہ سے جو خطاب کیا وہ جلسہ میری ہی صدارت میں منعقد ہوا تھا۔ عزیزم خلیفہ عبدالعزیز نیشنل پریذیڈنٹ کینیڈا بھی موجود تھے۔ تقریر کے بعد میری طرح وہ بھی میاں صاحب کی تعریف میں رطب اللسان تھے۔ شام کو جماعت کی طرف سے ہوٹل میں ہی دعوتِ طعام کا انتظام تھا۔ ہم دونوں نے بے ساختہ انداز میں حضور سے اس کا ذکر کیا اور حضور کی خدمت میں مبارک باد پیش کی۔ صرف یہی نہیں کہ ان کی تقریر میں فصاحت و بلاغت ہوتی ہے بلکہ WELL PLANNED ہوتی ہے۔ ایسی کہ سننے والے ان کے مبلغِ علم اور ذہانت کی داد فراخ دلی اور مسرت سے دیتے ہیں۔ انھوں نے کیلیگری کینیڈا اور واشنگٹن امریکہ میں بھی تنظیمی اور تربیتی تقاریر کیں۔ میں ان کی خواہش پر بلکہ خود اپنے شوق سے بھی ایسے اجتماعات میں ساتھ ہوتا۔ ہر جگہ موقع محل کے مطابق مؤثر انداز میں خدام الاحمدیہ کے پروگرام کو مقبول بنانے اور خدام میں بیداری پیدا کرنے میں ماشاء اللہ کامیاب رہے۔

حضور کے قیام کے دوران ٹورانٹو میں جشن کا سماں رہا۔ خوب گہما گہمی خوشی و مسرت تھی۔ یہاں کی جماعت بالعموم نوجوانوں پر مشتمل ہے جو سینکڑوں کی تعداد میں ہیں۔ اور حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے مخلص فدائی ہیں۔ البتہ مرکز سے دُور اور ایک حد تک دیر تک باہر رہنے کی وجہ سے مزید تربیت کے محتاج ہیں۔ اس پہلو کا حضور نے پورا پورا خیال رکھا۔

۷ ستمبر کی سہ پہر یہ مبارک قافلہ کیلیگری (البرٹا) پہنچا۔ حضور کی معیت میں مجھے حاضر رہنے کی سعادت ملی۔ کیلیگری کے اس دورہ کی رپورٹیں تصاویر سمیت شائع ہو چکی ہیں جو نہایت ایمان افروز ہیں۔ کیلیگری کینیڈا کے مغربی علاقہ میں ٹورانٹو سے کوئی دو ۲½ اڑھائی ہزار میل دُور واقع ہے۔ جماعت تعداد میں تو اتنی بڑی نہیں، لیکن خاصی بلکہ قابلِ تقلید حد تک بیدار ہے۔ یہ جماعت قرآن کریم اور پیغام حق پہنچانے کی وجہ سے خلیفۂ وقت کی خاص توجہ اور دعاؤں کی مورد بنی ہوئی ہے غالباً خوشنودی کا بنفسِ نفیس اظہار کرنے اور حوصلہ افزائی کا جذبہ ہی خلیفۂ وقت کو وہاں لے گیا۔ محترم راجہ عبدالباسط صاحب جماعت کے فعال صدر ہیں اور قرآن کریم کو متعلقہ احباب کے ذریعہ دنیا کے کناروں تک (شمال قطب) پہنچانے کا شرف انہی کو حاصل ہے۔

اسلام اور بانی سلسلہ عالیہ کا نام اس دور دراز علاقہ میں بھی انہی مخلصوں کے ذریعہ پہنچ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلسل خدمت کا موقع دیئے رکھے (آمین)

کیلیگری میں علمی طبقہ کو احمدیت کے قریب لانے کے لیے بھی اس جماعت نے مؤثر اقدام کیا ہے۔ متعدد نامور ادیب اور پروفیسرز نے حضور سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ تقاریب میں شامل ہونے کے علاوہ یونیورسٹی کے ایک انگریز پروفیسر جنہوں نے الہام کی بعض کیفیات سے متعلق گفتگو کرنے کے لیے وقت لے رکھا تھا۔ انھوں نے خود بھی اس بارہ میں خاص تحقیق کی ہوئی تھی۔ جب انھوں نے گفتگو شروع کی اور جب وہ گفتگو

ختم کرکے کمرۂ ملاقات سے باہر گئے تو ان کی ذہنی کیفیت میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ حضور کے مبلغ علم اور انداز کلام سے وہ اس قدر متاثر تھے کہ مجلس سے نہایت ادب اور تحسین کے جذبات میں سرشار اٹھے۔ اور یہ بات میں نے پورے دورہ میں نوٹ کی کہ حضور کی ذات میں ماشاء اللہ اسقدر کشش اور جاذبیت ہے کہ زائرین بت بنے کھڑے رہتے ہیں۔ ادب و احترام اور علم اور مقام کی عظمت کے اظہار کے لیے واشنگٹن میں جو تقریب ہوئی جس میں ہر طبقہ کے معززین شریک ہوئے اس میں بھی چوٹی کے معروف ادباء اور علمی طبقہ کے سربراہ جنھیں بجا طور پر اپنی ذاتی قابلیت پر بھی ناز ہے۔ حضور کے گرد ایسے جمع رہے جیسے شمع کے گرد پروانے ہوں۔ حضور کسی ایک سے مخاطب ہیں۔ اسلام کی خصوصیات بیان ہو رہی ہیں اور معزز مہمانان ہیں کہ وقار اور احترام سے کھڑے اس بندہ خدا کی معرفت اور حکمت سے پُر باتیں سُن رہے ہیں۔ ہاتھوں میں ناشتہ کی پلیٹیں ہیں (حالانکہ ہوٹل میں باقاعدہ بیٹھ کر کھانے کا انتظام موجود ہے لیکن معززین نے حضور کی مجلس چھوڑ کر علیحدہ جا بیٹھنا پسند نہ کیا) اور ادھر حضور ہیں جو ایک گھنٹہ سے زیادہ گفتگو فرما رہے ہیں۔ ہر ایک سے اس کی سمجھ اور فہم کے مطابق، لیکن پانی کا ایک گھونٹ تک پینے کا خیال نہیں آیا۔ مکرم چوہدری انور حسین صاحب ایڈووکیٹ حضور کے لیے پلیٹ ہاتھ میں اٹھائے دیر سے قریب کھڑے ہیں کہ حضور کی نظر پڑے یا گفتگو کے انداز اور روانی میں موقع ملے تو پیش کر دیں۔ کیونکہ ضعف کی کیفیت کا بھی تقاضا ہے کہ وقفہ وقفہ کے بعد حضور کچھ نہ کچھ کھا لیں، لیکن حضور کی محویت اس کی اجازت نہیں دیتی۔ مہمان ہیں کہ پوری توجہ اور احترام سے سن رہے ہیں اور جس پہلو اور جس موضوع پر بھی گفتگو ہو حضور بحر ذخار ہیں۔

کیلگری سے میں ۱۱ ستمبر شام کو واشنگٹن پہنچ گیا۔ کیونکہ اگلے روز حضور سان فرانسسکو (امریکہ) تشریف لے جا رہے تھے اور ہمارے میر صاحب (محترم میر محمود احمد صاحب ناصر مبلغ انچارج امریکہ) وہاں پہنچ کر امریکہ کی طرف سے نیشنل امیر برادر مظفر احمد سمیت استقبال کرنا چاہتے تھے۔ میں حضور کی واشنگٹن میں آمد تک حضور کے ورود و قیام کے انتظامات کا جائزہ لیتا رہا۔ حضور سان فرانسسکو سے ۱۵ ستمبر کو تشریف لائے۔ حضور کا قیام محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کے ہاں رہا۔ اس وجہ سے انتظام کا مرکز مشن ہاؤس کی بجائے حضور کی قیام گاہ بن گیا واشنگٹن میں حضور کے قیام اور حضور کے پروگرام سے متعلق جو رپورٹ احمدیہ گزٹ میں شائع ہوئی ہے اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضور کا دورہ کسقدر بھرپور اور کامیاب رہا۔

لیکن ایک ذاتی تاثر کا حضور کی ذاتی خوبیوں کے سلسلہ میں اظہار شاید نامناسب ہو اور وہ ہے حضور کا انگریزی زبان پر غیر معمولی عبور اور اس کا محاورہ۔ حضور کی علمی وسعت اور فوقیت پر تبصرہ کرنا مقصود نہیں، لیکن میں اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا حضور اپنا مافی الضمیر موزوں اور صحیح ترین الفاظ میں ادا فرماتے جیسے سن کر ہم لوگ دنگ رہ جاتے۔ حضور نے کینیڈا اور امریکہ میں نجی ملاقاتوں اور جماعتی تقاریب میں گفتگو کرنے کے علاوہ متعدد خطبات اور لیکچرز بھی انگریزی میں دیئے۔ انگریزی میں ہر ہر لفظ جو آپ نے استعمال کیا۔ وہ ہر جگہ اور ہر مقام پر صحیح اور مستند تھا۔ میں اس خوبی کا ذکر اس لیے کر رہا ہوں کہ میں بھی یوں تو انگریزی میں بات کرتا ہوں۔ تقریر بھی کرتا ہوں، لیکن پہلی ہی مرتبہ زبان سے صحیح لفظ کم ہی نکلتا ہے۔ ایک ہی وقت میں ایک

ہی بات کو دو تین متبادل الفاظ میں بیان کرنا پڑتا ہے حالانکہ مجھے پہلے ایک لمبا عرصہ سکول میں انگریزی پڑھانے کا موقع ملا پھر اب سات سال سے انگریزی فضا میں رہ رہا ہوں۔ جہاں کوئی پاکستانی ہے ہی نہیں اور ہمیشہ انگریزی میں ہی بات کرنی پڑتی ہے۔

حضور جہاں بھی تشریف لے گئے ایک چیز جو دیکھنے میں آئی۔ وہ افراد جماعت کی فدائیت کا منظر تھا۔ حضور کا دورہ اب کے بہت ہی مختصر سا تھا۔ ہماری یہ کوشش تھی کہ حضور ایک آدھ دن مڈ ولیسٹ کے علاقہ میں بھی تشریف لے جا سکیں، لیکن یہ تجویز رہ گئی۔ ہماری خواہش کے پیچھے یہ خدشہ تھا کہ دور دراز کے احباب جماعت کے واشنگٹن پہنچنے کی راہ میں اقتصادی پہلو حائل نہ ہو جائے، لیکن عشق فاصلوں سے مرعوب نہیں ہوا کرتا۔ ہمارے علاقہ کی متعدد بڑی بڑی جماعتیں۔ مثلاً ملواکی، ینیٹ، لوئس۔ شکاگو وغیرہ میں ہیں اور ان میں سے بعض واشنگٹن سے آٹھ آٹھ سو میل دور ہیں۔ آمد و رفت کا خرچ بھی عام حالات میں عام لوگ برداشت نہیں کر سکتے، لیکن اپنے محبوب امام سے ملاقات اور اس کو صرف ایک جھلک دیکھ لینے کا جذبہ دُور افتادہ علاقوں سے بھی انھیں کھینچ لایا۔ ملاقات کے لیے صرف ۱۲ ستمبر کا ایک ہی دن مقرر تھا۔ پورا دن بھی نہیں۔ اس کے بھی چند گھنٹے۔ مشتاقانِ دید ہوائی جہاز، ریل گاڑی، موٹر کار، موٹر بس میں اکیلے یا وفد کی شکل میں جس طرح بھی ممکن ہوا سفر کر کے حضور کی قیامگاہ تک پہنچے۔ حضور کی بصیرت افروز تقریر سنی۔ حضور کے ساتھ ایک ہی ہال میں بیٹھ کر کھانا کھایا۔ محض مصافحہ اور بعض خوش قسمتوں کو سرسری بات کا موقعہ ملا۔ لیکن ہر ایک نے علتِ غائی کو پالیا۔ حضور کو ایک نظر دیکھتے ہی سفر کی ساری کوفت اور مصارفِ کثیر کا احساس جاتا رہا۔ عورتوں کی کیفیت ایک لحاظ سے مردوں سے ذرا مختلف تھی۔ حضور کی مصروفیات اور مشاغل کی کثرت نے عورتوں کی توقعات کو قدرے مجروح کیا تاہم حضرت بیگم صاحبہ مستورات میں سارا وقت رونق افروز رہیں۔ لیکن حضور صرف ایک آدھ منٹ ہی عورتوں کی طرف تشریف لیجا سکے۔ مفصل ملاقات کی محرومی کے احساس پر ابھی تک "بعض مستورات" قابو نہیں پا سکیں۔ ویسے حضور امریکہ میں امریکی بہنوں کے پردہ کرنے پر بہت خوش ہیں۔ ماشاء اللہ برقعہ پہننے والی بہنوں کی بہت بڑی تعداد موجود تھی۔ جنہوں نے حضور کی دعائیں لیں۔

آخری بات جو ایمان افروز امور کے بیان سے تعلق رکھتی ہے احمدی بھائی اور بہنوں میں مثالی خدمت اور اخلاص کا جذبہ ہے۔

برادر مظفر احمد صاحب نیشنل پریذیڈنٹ دورہ میں شروع سے آخر تک جملہ امور مفوضہ کی نگرانی کرتے رہے۔ ان کے ساتھ انکے نائبین میں سے حاجی امین اللہ صاحب کی قربانی کا ذکر ضروری ہے جو ڈیٹن کے ہی نائب صدر ہیں۔ وہ بڑی مستعدی سے مسلسل اپنے فرائض بڑی خوبی سے سرانجام دیتے رہے۔ سان فرانسسکو میں انھیں اطلاع ملی کہ کلیولینڈ میں ان کے والد صاحب فوت ہو گئے ہیں۔ ان کی طبیعت پر اس واقعہ کا اثر ہونا تو طبعی امر تھا، لیکن فدائیت اور وفا کا یہ پُتلا حضور کی خدمت میں مسلسل موجود رہا۔ اور جب تک حضور واپس تشریف نہ لے گئے۔ یہ صاحب وہاں سے نہ گئے۔

اللہ تعالیٰ ان کے اخلاص میں برکت ڈالے اور انھیں خدمتِ دین کی توفیق دیتا چلا جائے۔ آمین ❁

دلچسپ اور عجیب

بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

(حافظ احمد جبریل سعید. ربوہ)

انسانی زندگی حوادث سے پُر ہے اور بعض اوقات تو ایسے محیر العقول واقعات مشاہدے میں آتے ہیں جن سے عقل دنگ رہ جاتی ہے ایک ایسا ہی واقعہ امریکہ کے ایک شہر فیل ماؤتھ میں ایک شخص ایڈون رابن سن کو پیش آیا۔ ہوا یوں کہ وہ ایک دفعہ کار میں کہیں جارہا تھا تو وہ ایک حادثہ کی وجہ سے اپنی بینائی اور شنوائی کھو بیٹھا۔ مگر حال ہی میں اس کی قوت بینائی اور شنوائی ایک عجیب حادثے سے لوٹ آئی جو طبی دنیا کے لیے ایک معمہ بنا ہوا ہے۔ وہ کار کے حادثہ کے بعد ایک روز اپنے مکان کے پچھواڑے کھڑا تھا کہ آسمانی بجلی اس پر گری اور بجائے اسکو خاکستر کرنے کے حیات بخش گئی، لیکن اس سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہوئی کہ اس کے گنج پر بھی بال اُگنے شروع ہو گئے جو لوگوں کے لیے خاص طور پر دلچسپی کا باعث ہے۔

دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو

نیوٹائمز (۱۹۸۰ء اکتوبر) کے شمارے میں ADDED ATTRACTION کے عنوان کے تحت ایک تصویر طبع ہوئی ہے جس میں ایک بھاری بھرکم شخص کو وزن اُٹھاتے دکھلایا گیا ہے۔ تصویر کے نیچے دیئے گئے نوٹ کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

"یہ کوئی وزن اُٹھانے کے مقابلے کی تصویر نہیں اور نہ ہی پال رینن (PAUL WRENAN) نامی ویٹ لفٹر ہے یہ (امریکہ) MICHIGAN میں ایک گرجے کا پادری ہے۔ وہ لوگوں کو اپنے گرجے کی طرف زیادہ سے زیادہ متوجہ کرنے کے لیے سپورٹس کا اہتمام کرتا ہے جس میں وہ ۳۲۰ کلوگرام وزن اٹھانے کا مظاہرہ کرتا ہے وہ اپنے دانتوں سے ایک رسے کو اُٹھاتا ہے جس کے ساتھ ایک ایسا آدمی باندھا گیا ہے جو ایک سو پندرہ کلوگرام وزن اٹھائے ہوتا ہے اس کا خیال ہے ٹیکساس میں ہونے والے ویٹ لفٹنگ کے مقابلے کے لیے اچھی طرح تیار ہو گیا ہے"

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه الحمد للّٰه رب العٰلمین لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه

(پروفیسر محمد شریف خان ۱۵/۱ دارالصدر شمالی - ربوہ)

سانپ، ایک ایسا نام ہے جسے سُنتے ہی لوگ عموماً گھبرا جاتے ہیں اور بعض پر تو سکتے کا سا عالم طاری ہو جاتا ہے۔ بُرا ہو انسان کی توہم پرستی کا، جس سے پورا پورا فائدہ اُٹھا کر لالچی قلندر، سنیاسی نیم حکیم وغیرہ سانپوں سے متعلق مختلف قسم کی غلط اور خوفناک کہانیاں اپنی چرب زبانی کی نمک مرچ لگا کر سڑکوں کے کنارے مجمعوں میں سناتے ہیں اور پھر یہ کہانیاں شہر شہر، قریہ قریہ اور گھر گھر چکر لگاتی ہیں اور اس طرح خدا تعالیٰ کی ایک بیکس مخلوق سانپ کے متعلق لوگوں کے دلوں میں نفرت، ڈر اور وہم پیدا کر دیتی ہیں۔

راقم الحروف کو سانپوں کے مطالعہ کا موقع ملا ہے۔ چنانچہ سائنسی بنیاد پر میں نے اس گروہ کا مطالعہ کیا ہے۔ زیر نظر مضمون میں مَیں نے کوشش کی ہے کہ سانپ کے جسم کی بناوٹ اور اس کی عادات و خصائل بیان کی جائیں۔ امید ہے اس کے مطالعے سے بہت سے وہم دور ہوں گے! ارادہ ہے کہ دوسری قسط میں سانپوں کی اقسام کا ذکر کیا جائے اور انشاء اللہ تیسری قسط میں زہریلے سانپ، ان کی پہچان، بچاؤ اور علاج پر مشتمل ہو گی۔ اگر موقع ملا تو چوتھی قسط میں سانپوں سے متعلق عام توہمات کا تجزیہ کیا جائے گا۔

سانپ، چھپکلیاں (بشمول سانڈے، کرلے اور گوہ وغیرہ)، گھڑیال، مگرمچھ اور کچھوے ایک ہی قبیل یعنی ہوام (REPTILES) سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ سب فقری (ریڑھ کی ہڈی والے) جانور ہیں۔ ہوام دراصل خشکی کے جانور ہیں، لیکن کچھ نے اپنا رہن سہن پانی سے متعلق کر لیا ہے تمام ہوام "سرد خون" ہوتے

ہیں ۔ یعنی ان کے جسم کا درجہ حرارت بیرونی درجہ حرارت کا مرہونِ منت ہوتا ہے ۔ اگر باہر سردی ہے تو جسم کا درجہ حرارت گر جائے گا ۔ اگر گرمی ہے تو زیادہ ہو جائے گا چنانچہ ان حالات میں یہ جانور سردی برداشت نہیں کر سکتے اس لیے موسم سرما آتے ہی زمین میں سوراخوں کے اندر چلے جاتے ہیں ۔ اس عمل کو "سرمائی نیند" کہا جاتا ہے اس دوران یہ بے حس و حرکت پڑے رہتے ہیں ۔ گرمیوں میں چربی کی شکل میں جمع شدہ خوراک انہیں زندہ رکھتی ہے ۔

سانپ دراصل ایک بے ہاتھ پاؤں کی چھپکلی ہے ۔ اسکے علاوہ ان کے بیرونی کان نہیں ہوتے ۔ چھاتی کا حصہ غائب ہو کر جسم، سر، لمبے دھڑ اور دُم پر مشتمل ہوتا ہے ۔ ایک چھپکلی جسے عُرف عام میں "ریگ ماہی" کہا جاتا ہے بالکل سانپ جیسی ہوتی ہے، لیکن اُس کے ہاتھ اور پاؤں ہوتے ہیں ۔ باریک دھاگے جیسے ۔ اسی طرح اژدھوں کے چھوٹے چھوٹے پاؤں ہوتے ہیں ۔ ان حقائق سے ماہرین حیوانیات نے اندازہ لگایا ہے کہ تقریباً ایک ارب تیس کروڑ سال قبل سانپ چھپکلیوں سے بنے اور آہستہ آہستہ یہ دونوں گروہ موجودہ حالت میں ہم تک پہنچے ہیں موجودہ سانپ اتنے بدل گئے ہیں کہ ان کی ٹانگیں بیرونی کان، چھاتی کی ہڈی، کولہے کی ہڈی اور آنکھوں کے پپوٹے غائب ہو گئے ہیں ۔ یہی نہیں صرف ایک پھیپھڑا رہ گیا ہے اور مثانہ غائب ہو گیا ہے ۔ معدہ اور جگر گردے لمبے ہو گئے ہیں ۔ انتڑیاں چکر دار نہیں ہوتیں بیضہ دانیاں اور بچہ دانیاں آگے پیچھے ہوتی ہیں غرضیکہ سانپ کا جسم لمبا ہونے کی وجہ سے جسم کے مختلف اعضاء اس کے مطابق ڈھل گئے ہیں تاکہ تنگ اور لمبے جسم میں سما سکیں ۔

سانپوں کے جسم پر مچھلی کے چانوں (SCALES) کی طرح چانے ہوتے ہیں ۔ چنانچہ یہ جسم کے مختلف حصوں میں مختلف شکل کے ہوتے ہیں ۔ عام سانپ کے سر کے چانے باقی جسم کے چانوں سے مختلف اور بڑے ہوتے ہیں، لیکن کچھ سانپوں میں سر اور باقی جسم کے چانوں میں فرق نہیں کیا جا سکتا ۔ اس طرح پیٹ کی جانب کے چانے چوڑائی کے لحاظ سے بڑے ہوتے ہیں، لیکن بعض سانپوں میں یہ فرق بھی نمایاں نہیں ہوتا ۔

ایک خاص بات سانپوں میں یہ پائی جاتی ہے کہ ان کی ریڑھ کی ہڈی کے سر سے لیکر دُم تک تمام مہرے پسلی دار ہوتے ہیں ۔ یہ پسلیاں جسم کی دائیں اور بائیں دیواروں کو سہارا دیکر اور سانپ کو حرکت کرنے میں مدد دیتی ہیں ۔ چھوٹے سانپوں میں مہروں کی تعداد تقریباً ۱۸۰ اور بڑوں میں ۴۰۰ سے زائد شمار کی گئی ہے ۔

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ اگر سانپوں سے متعلق کسی قسم کا کوئی سوال ذہن میں ابھرے تو ایڈیٹر "خالد" کو بھجوائیں ۔ انشاء اللہ انہی صفحات کے ذریعہ جواب دینے کی کوشش کی جائے گی !

اکثر سانپ سال میں ایک دفعہ اپنی کھال یا کینچلی بدلتے ہیں۔ اکثر موسم گرما کی آمد سے قبل ہی اس کی پرانی کھال ڈھیلی پڑ جاتی ہے۔ کیونکہ اس کے نیچے نئی کھال بن گئی ہوتی ہے۔ اس حالت میں سانپ بہت کمزور اور سست ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس کی آنکھ کے چانوں کی کھال بھی اکھڑ جاتی ہے اور اسے اچھی طرح نظر نہیں آتا۔ چنانچہ یہ کسی جھاڑی میں گھس جاتا ہے اور اس کی خاردار ٹہنیوں میں سے گزرتا ہے۔ کھال پتوں اور کانٹوں میں الجھ جاتی ہے اور سانپ آہستہ آہستہ اس میں سے گزر جاتا ہے۔ ایک عجیب بات جو دیکھی گئی ہے وہ یہ ہے کہ سانپ کی کھال بڑی صفائی سے پوری کی پوری الٹی اتر جاتی ہے۔ کھال کے بدلنے کے عمل کا کوئی بھی معین وقت نہیں۔ بعض میں "سرمائی نیند" کے بعد یہ عمل ہوتا ہے۔ بعض میں ر سال میں دو یا تین دفعہ بھی ہو سکتا ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ یہ عمل بہت سے عوامل پر منحصر ہے یعنی سانپ کی صحت۔ ماحول کا درجہ حرارت خوراک کی فراوانی اور عمر وغیرہ۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ بعض اقسام میں عمر کے پہلے سال میں سانپ سات سے زیادہ دفعہ کینچلی (کھال) بدلتا ہے۔ جوں جوں عمر بڑھتی ہے۔ یہ عمل کم سے کم ہوتا جاتا ہے۔

حسیات

دوسرے جانداروں کی طرح سانپ میں بھی پانچوں حسیں ہوتی ہیں، لیکن اپنے مخصوص ماحول اور ضروریات کے مطابق اس کے حسی آلات مختلف طریق پر مخصوص انداز اختیار کئے ہوتے ہیں۔ ان کے متعلق ذرا تفصیلی مطالعہ ہمیں اس گروہ کے افعال و کردار کو سمجھنے میں بہت مدد دیگا۔

آنکھیں

سانپ کی آنکھوں کے پپوٹے نہیں ہوتے بلکہ آنکھ پر ایک شفاف چھلکہ آویزاں ہوتا ہے جس کی وجہ سے ہوا۔ ریت کے ذرات وغیرہ آنکھ کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اور آنکھ مسلسل کھلی رہتی ہے۔ اس کے علاوہ سانپ کی بینائی کمزور ہوتی ہے۔ زیادہ دور تک دیکھ نہیں سکتا۔ نیز یہ آنکھیں صرف متحرک چیزوں کو دیکھ سکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سانپ ایک طرف ٹکٹکی لگائے مسلسل دیکھ سکتا ہے۔ تاکہ اپنے اردگرد کی چیزوں کا بغور جائزہ لے سکے۔

کان

سانپ میں بیرونی کان، کان کا پردہ اور درمیانی کان نہیں پائے جاتے۔ کیونکہ زمین کے نیچے سوراخوں میں سانپ تک آواز نہیں پہنچ سکتی، لیکن سانپ قدموں کی آہٹ سن سکتا ہے۔ قدموں سے زمین میں دھمک پیدا ہوتی ہے وہ سر سے قریب پسلیوں اور سر کی ہڈیوں کے ذریعہ سانپ کے اندرونی کان تک پہنچ جاتی ہے اور سانپ اندازہ لگا لیتا ہے کہ اس کے اردگرد کس قسم کے جانور کس طرف اور کس رفتار سے حرکت کر رہے ہیں۔ جدید تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ نہ صرف پسلیاں، جبڑے کی ہڈی بلکہ لمبا

پھیپھڑا دھمک کو دماغ تک پہنچانے میں مدد دیتا ہے۔ اس کے علاوہ اندرونی کان جسم کا توازن قائم رکھنے میں دوسرے جانوروں کی طرح مدد دیتا ہے۔

ناک

تھوتھنی کے اوپر دائیں بائیں دو سوراخ ناک کے سوراخ ہیں۔ جو کہ لمبا راستہ طے کر کے منہ کے خلا کے پچھلے جانب حلق میں اندرونی نتھوں کے ذریعہ کھلتے ہیں۔ اس لحاظ سے سونگھنے کی حس کافی تیز ہوتی ہے۔ ناک کے علاوہ منہ میں ایک مخصوص حصہ ہوتا ہے۔ جسے "جیکب سن" کا آلہ کہا جاتا ہے۔ یہ منہ کے تالو کے اگلے حصے میں دو چھوٹے چھوٹے سوراخوں کی شکل میں ہوتا ہے۔ جب سانپ اپنی زبان اندر کرتا ہے تو اس کے سرے ان سوراخوں میں ٹھہرتے ہیں۔ سانپ کی زبان لمبی اور دو شاخہ ہوتی ہے۔ سانپ اسے بڑی تیزی سے اندر باہر کرتا ہے۔ یہ دیکھا گیا ہے جب سانپ ڈر کی حالت میں ہو تو زبان کی حرکت کی تیزی بڑھ جاتی ہے۔ پھر آہستہ آہستہ معمول پر آجاتی ہے۔ زبان جب باہر ہوتی ہے تو ماحول کے ذرات اس کے ساتھ چپک جاتے ہیں اور جب یہ اندر جاتی ہے تو اس کی دو خاشنہ نوکیں ان ذرات کو "جیکب سن کے آلے" میں لے جاتی ہیں۔ چنانچہ سانپ بہتر طور پر اپنے ماحول سے واقف ہوجاتا ہے دیکھا گیا ہے کہ زبان کی مدد سے سانپ سونگھنے اور چکھنے کا عمل ساتھ ساتھ کرتا ہے اور یہ عمل اصل ناک سے بہتر طور پر "جیکب سن کے آلہ" میں تکمیل پاتا ہے، چنانچہ اس کے ذریعہ سانپ اپنے شکار کا پیچھا کرتا ہے۔ نیز اسی کے ذریعہ اپنی مادہ کو ڈھونڈ لیتا ہے چنانچہ سانپ کی سننے اور دیکھنے کی حس میں جو کمی آجاتی ہے وہ اس طرح بطریقِ احسن پوری ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ مس کی حس سارے جسم پر پھیلی ہوتی ہے جو باوجود سخت چانوں کے بہت تیز ہوتی ہے گرمی اور سردی محسوس کرنے کے حسی آلات بھی تمام جسم پر پھیلے ہوتے ہیں۔

حرکات وسکنات

سانپ کا جسم چونکہ لمبا ہے اور بظاہر حرکت کے لیے جسم کا کوئی حصہ مخصوص نہیں۔ چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ حرکات سارے جسم میں خاص ڈھب سے ہوتی ہیں اور اتنے پھرتیلے پن سے ہوتی ہیں کہ بعض دفعہ انسان کو احساس بھی نہیں ہوتا کہ ایک سانپ اس کے قدموں کے درمیان سے گزر گیا ہے۔ تین قسم کی حرکات سے سانپ حرکت کر سکتا ہے۔

بل دار حرکت

اس طریقہ سے جسم میں بل ابھر آتے ہیں۔ یہ بل اردگرد کی ابھری ہوئی چیزوں کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں یعنی ابھری ہوئی مٹی۔ پتھر۔ پتے۔ یہ بل ان چیزوں کے ساتھ لگ کر جسم کو حرکت میں لاتے ہیں۔ گردن سے ایک لہر شروع ہوتی ہے جس سے لہر دار طریق سے جسم ایک سہارے سے دوسرے سہارے تک حرکت کرتا جاتا ہے اور اس طرح سانپ کا جسم بڑی

تیزی سے ہر روک کے پاس سے گزر جاتا ہے۔ عام طور پر سانپ اس طریق سے حرکت کرتے ہیں۔ اگر ایک سانپ کو ملائم سطح پر رکھا جائے تو وہ حرکت نہیں کر سکے گا، لیکن اگر تھوڑی سی کھُردری جگہ ہو تو یہ جسم کو بل دیکر متحرک ہو سکتا ہے۔ چنانچہ عام طور پر ہل پھری ہوئی زمین میں گھاس میں سانپ بڑے پھرتیلے انداز میں منٹوں میں نظروں سے غائب ہو جاتا ہے۔ اس حرکت میں ٹھہرے جسم کے عضلات اور کسی حد تک پیٹ کے چوڑے چانے مدد دیتے ہیں۔ پانی میں پائے جانے والے سانپ بھی اسی طرح حرکت کرتے ہیں۔ وہاں پانی کی لہروں سے روکوں کا کام لیا جاتا ہے۔

مستقیمی حرکت (RECTILINEAR)

یہ حرکت آہستہ آہستہ کسی سطح پر جسم کے کھسکنے کے مترادف ہے۔ اس حرکت میں وہ عضلات جو ایک طرف پسلیوں کے ساتھ دوسری طرف پیٹ اور جانبین کی کھال کے ساتھ لگے ہوتے ہیں کام کرتے ہیں۔ اس طرح پیٹ کے چوڑے چانے زمین میں دھنس کر سانپ کو آہستہ آہستہ خطِ مستقیم میں حرکت کراتے ہیں۔ اس حرکت کے دوران جسم میں کوئی خم نہیں پیدا ہوتا۔ یہ حرکت کینچوے کی حرکت سے مماثلت رکھتی ہے اس حرکت کا طریقہ اژدہوں میں پایا جاتا ہے۔

ایک پہلوی حرکت (SIDEWINDING)

ایسے سانپ جو ریتیلے علاقوں میں رہتے ہیں۔ چونکہ ریت بھُربھری ہوتی ہے اس پر سہارا لے کر جسم حرکت نہیں کر سکتا، تو ایسے سانپوں میں ایک پہلوی حرکت کا طریق استعمال کیا جاتا ہے۔ اس طریق میں جسم میں خم بنتے ہیں لیکن یہ خم گردن اور دُم کے علاقہ میں منتقل ہوتے ہیں۔ جو کہ زمین کو چھوتے ہیں۔ جسم ترچھے طور پر متحرک ہوتا ہے اور ایسا لگتا ہے کہ سانپ چھلانگ لگا لگا کر حرکت کر رہا ہے۔ اس طریق پر ریتیلے علاقوں کے سانپ کافی تیزی سے حرکت کر لیتے ہیں۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ موٹے سانپوں کی نسبت پتلے سانپ پھرتیلے ہوتے ہیں سانپ کی رفتار کے متعلق اندازہ لگایا گیا ہے ۵ کلومیٹر فی گھنٹہ سے ۱۰ کلومیٹر تک ہے اور یہ رفتار کچھ فاصلہ تک قائم رہتی ہے پھر سست پڑ جاتی ہے۔

سانپ باسانی کسی کھُردری عمودی سطح پر چڑھ سکتے ہیں۔ اس عمل کے لیے وہ سطح کے کھردرے پن سے مدد لیتے ہیں۔ اور اس طرح ان سہاروں پر اپنے جسم کے بل سہارتے ہوتے اوپر چڑھتے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ بعض نوع کے سانپ چھلانگ لگا سکتے ہیں۔ اس عمل کے لیے پہلے وہ اپنے جسم کو دُہرا کر لیتے ہیں۔ پھر اچانک بڑی تیزی سے اسے سیدھا کرتے ہیں۔ چنانچہ زمین کی مدد سے بڑی تیز رفتاری سے ایک میٹر لمبی اور اتنی ہی اونچی چھلانگ لگانے میں کامیابی حاصل کر لیتے ہیں۔

آپ نے اڑنے والے سانپوں کا ذکر اکثر کہانیوں میں سُنا ہو گا۔ خیالی تصاویر دیکھی ہوں گی۔ ان میں تو کوئی سچائی نہیں، لیکن ملایا، انڈونیشیا کے جنگلات میں درختوں پر رہنے والا سانپ پایا جاتا ہے جو ایک درخت

سے اُڑ کر دوسرے درخت تک پہنچ جاتا ہے۔ اس عمل کو کرنے کے لیے سانپ کسی اونچے درخت سے چھلانگ لگاتا ہے اور اپنے جسم کو چپٹا کر لیتا ہے۔ جو کہ ہوا کی لہروں کی مدد سے آہستہ آہستہ پیراشوٹ کی طرح اسے کسی دوسرے درخت تک پہنچا دیتا ہے۔ تو یہ "اڑان" اصل اُڑان سے مختلف ہے اسکو ہم "گلائیڈنگ" کہہ سکتے ہیں۔ چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ اس اڑان کے دوران یہ سانپ اپنا راستہ بھی بدل سکتا ہے۔ ۵۰ میٹر تک یہ اُڑان ریکارڈ کی گئی ہے۔

سانپ کے دشمن

سانپ کے بہت سے دشمن ہیں اور ان میں سب سے خطرناک آدمی ہے۔ جو بڑی بُری طرح سانپ کو نقصان پہنچاتا ہے۔ انسان اپنے ڈر کی وجہ سے ہر قسم کے سانپ کو جان سے مار ہی نہیں ڈالتا بلکہ اس علاقہ کو جس میں سانپ آرام سے رہ رہے ہوتے ہیں۔ تہہ و بالا کر کے اپنی کھیتی باڑی کے قابل بناتا ہے اور جو سانپ اس کے راستہ میں آتے ہیں انہیں بے دریغ اپنی بربریت کا نشانہ بناتا ہے۔

انسان کے علاوہ دوسرے دشمن بھی سانپوں کو نقصان پہنچانے ہیں کچھ کم خطرناک نہیں۔ چنانچہ کچھ جانور سانپ کو خوراک کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ بعض قسم کے سانپ دوسری قسم کے سانپوں کو ہی کھاتے ہیں۔ جیسے کہ "شیش ناگ" اور اس قبیل کے دوسرے سانپ۔ سانپ کا لمبا جسم نگلنے میں آسان ہوتا ہے۔

چنانچہ ایک سانپ اپنے ہی قد کے سانپ کو بآسانی ہڑپ کر جاتا ہے۔ بہت سے سانپ انڈوں سے نکلتے وقت مینڈکوں اور پرندوں کی خوراک بن جاتے ہیں۔ اسی طرح اُلو۔ شکرے، باز، سکریٹری پرندہ (یہ ایک لمبی ٹانگوں والا پرندہ ہے جو افریقہ میں پایا جاتا ہے۔ اس کے کانوں کے پیچھے لمبے لمبے پروں کا گچھا ہوتا ہے۔ جیسے پُرانے زمانے کے منشی قلم کان پر ٹکا لیا کرتے تھے۔ اسی لیے اسے سکریٹری پرندہ کہتے ہیں) مور اور اس قسم کے بہت سے پرندے سانپ کھاتے ہیں۔ پرندوں کے علاوہ دوسرے جانور مثلاً نیولا (جو کہ سانپوں کا ازلی دشمن خیال کیا جاتا ہے۔ صرف موقع آنے پر سانپ کا مقابلہ کرتا ہے۔ ضروری نہیں کہ نیولا ہی جیتے اکثر اوقات سانپ اپنے زہر سے اسے موت کی نیند سُلا دیتا ہے) سور (بھی سانپ مار کر کھاتا ہے اور سانپ کھانے کا کافی رسیا ہوتا ہے) گُتے۔ بلیاں اور لومڑ وغیرہ۔ زخمی سانپ کو چیونٹیاں آرام نہیں لینے دیتیں۔ اکثر ان کا شکار بن جاتے ہیں۔

ایک گزارش

خاکسار سانپوں سے متعلق تحقیق کر رہا ہے اس سلسلہ میں قارئین سے گزارش ہے کہ اگر کسی صاحب کو کسی قسم کے سانپ سے واسطہ پڑے تو براہِ کرم وہ سانپ کو زندہ یا مردہ حالت میں خاکسار کو پہنچا کر شکریہ کا موقع دیں۔

(باقی آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتْحٌ قَرِيْبٌ

کھیل کا میدان ★ تعاون اور ترقی کا سنگم

(از مکرم مولانا عنایت اللہ صاحب فاضل سابق مبلغ تنزانیہ)

صحت جسمانی کے لئے ورزش بہت ضروری ہے۔ معروف کھیلوں کے علاوہ کشتی باکسنگ گنکا اور جوڈو کراٹے یہ تمام فن اپنی اپنی جگہ اچھے اور مفید ہیں۔ لیکن ایک احمدی مسلمان کا فرض ہر وقت دین کو دنیا پر مقدم کرنا ہے۔ اس لئے اسے ہمیشہ ایسے کھیل اپنے لئے تجویز کرنے چاہئیں جو نہ صرف سستے ہوں بلکہ کم سے کم وقت میں انسان کو زیادہ سے زیادہ چست اور چاق و چوبند بنا سکیں۔ اور نتیجۃً احمدی جوان خدمتِ خلق اور خدمتِ دین کے لئے ہمہ وقت تیار رہے۔ اس ذیل میں دوڑ، اونچی چھلانگ، لمبی چھلانگ، کبڈی، فٹ بال، باسکٹ بال والی بال، بیڈمنٹن، ٹیبل ٹینس، ڈیک ٹینس، میرو ڈبہ اور ہاکی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

میں نے اپنی زندگی کی چودہ بہاریں یعنی پانچ سے اٹھارہ سال تک کی عمر کا زمانہ قادیان دارالامان میں گذارا۔ ان دنوں ہر سال قادیان میں احمدیہ ٹورنامنٹ ہوتے تھے۔ اور معروف کھیلوں میں سے اکثر کے میچز ہوتے جن میں سکولوں، کالجوں اور محلہ جات کی ٹیمیں شرکت کرتی تھیں۔ احمدی نوجوانوں کی حوصلہ افزائی کے لئے جماعت احمدیہ کے اکثر بزرگ ٹورنامنٹ دیکھتے سیدنا حضرت فضلِ عمر اللہ آپ سے راضی ہو، بھی بسا اوقات فائنل میچ یا تقسیم انعامات کے موقع پر کھلاڑیوں کی حوصلہ افزائی کے لئے بہ نفسِ نفیس تشریف لاتے جس کے نتیجہ میں قادیان کی ٹیمیں پنجاب کی چوٹی کی ٹیموں میں شمار ہونے لگیں۔ ربوہ کو بھی خدا تعالے کے فضل سے کھیلوں کے میدان میں نمایاں مقام حاصل ہے۔ یہاں بھی کھیلوں کے مقابلوں کا اہتمام کیا جاتا ہے جس سے مسابقت کی روح پیدا ہوتی ہے اور تعلقات بڑھتے ہیں۔

میرے بڑے بھائی مکرم چوہدری عطاء اللہ صاحب امرتسری قادیان کے ممتاز کھلاڑیوں میں سے تھے۔ وہ ہر کھیل میں نمایاں رہتے۔ لیکن فٹ بال ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ مکرم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کے ساتھ مل کر انہوں نے احمدیہ یونین کو فٹ بال کے میدان میں نمایاں ترقی دی۔ وہ فٹ بال کی ٹیم کے

کیپٹن تھے۔ ایک دو مواقع پر لاہور سے کپ بھی جیت کر لائے۔ برادرم موصوف اپنے آپ کو چست رکھنے کی خاطر نماز فجر سے قبل اٹھتے، دوڑ لگاتے اور ہمیں بھی اٹھاتے اور عجیب بات ہے کہ امرتسر کے مشہور خالصہ کالج کی ٹیم کے دو سال تک کپتان رہے اور ان کے جذبہ اور شوق اور کھیلوں میں نمایاں کارکردگی کے باعث نہ صرف ان کی تعلیم اور خورد و نوش کے جملہ اخراجات سکھوں کا یہ خالصہ کالج برداشت کرتا بلکہ وظیفہ بھی کالج کی طرف سے دیا جاتا۔

اگرچہ میں قادیان میں کھیلوں میں حصّہ لیتا رہا لیکن جلد ہی اپنے والدین کے حکم سے بغرض تجارت مشرقی افریقہ چلا گیا۔ اور ۱۹۳۱ء سے ۱۹۴۶ء تک یوگنڈا فوج میں رہا۔ وہاں جنجا (یوگنڈا) میں قریباً تمام کھیلوں میں حصّہ لینے کا موقع ملا۔ فوج کی ٹیم میں اور شہر کی ٹیم میں بھی انگریز افریقن اور ایشین ٹیموں کے مقابلوں میں ہاکی اور فٹ بال میں حصّہ لیتا رہا۔ ۱۹۴۰ء و ۱۹۴۱ء میں جنجا شہر کی فٹ بال الیون کا کیپٹن بنایا گیا۔ فوج کے ساتھ کینیا، ٹانگا نیکا (تنزانیہ) صومالیہ اور حبشہ میں بھی جانے کا موقع ملا اور ان ممالک کے میدانوں میں ہر رنگ و نسل کے لوگوں کے ساتھ مل کر کھیلتا رہا جس سے تعلقات میں وسعت پیدا ہوئی اور تبلیغ کے رستہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آسانیاں پیدا ہوئیں۔ ۱۹۴۳ء میں موشی ٹانگا نیکا میں ایک ٹورنامنٹ میں، جس میں صرف یورپین ٹیمیں حصّہ لے رہی تھیں۔ میں اکیلا ایشین کھلاڑی تھا۔ جب یہ ٹورنامنٹ ختم ہوا تو سب کھلاڑی شراب کے جام اڑانے لگے تو میں نے فوراً علیحدگی اختیار کر لی۔ چونکہ وہ مجھے جانتے تھے کہ احمدی ہوں اور میں وہاں چوہدری عنایت اللہ احمدی کے نام سے نہیں بلکہ صرف مسٹر احمدی کے نام سے بلایا جاتا تھا۔ اس لئے انہوں نے مجھے جنجر (ادرک کا شربت) کی بوتل پیش کی۔ لیکن میں نے احمدیت کی عزت اور غیرت کے پیشِ نظر انہیں جواب دیا کہ میں آپ کے ساتھ کھڑا ہو کر پانی تک بھی نہیں پی سکتا۔ تاکہ کسی کے دل میں یہ شک پیدا نہ ہو کہ میں شراب پی رہا ہوں۔ میرے اس طرزِ عمل سے انگریز افسر بڑے مرعوب ہوئے اور میری باتیں بڑی توجہ اور شوق سے سنیں اور اس طرح یہ تاثر عرصہ تک رہا۔

جولائی ۱۹۴۶ء میں سیدنا حضرت فضلِ عمر رضی اللہ عنہ آپ سے راضی ہو۔ کی شفقت نے اس لاشیٔ محض کو مجاہدین سلسلہ عالیہ احمدیہ کی صف میں شامل ہونے کا شرف عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ:۔

"فوج سے فارغ ہوتے ہی نیروبی (کینیا) میں اشاعت اسلام و احمدیت کا کام شروع کر دیا جائے۔"

نیروبی کینیا کا دارالخلافہ ہے۔ یورپین طرز پر کھلا اور پھیلا ہوا شہر ہے۔ ان دنوں شہر کی آبادی کی اکثریت ایشین لوگوں پر مشتمل تھی۔ جن میں مسلمان ہندو، عیسائی، سکھ سبھی شامل تھے۔ قریباً ہر گھرانے میں موٹر کاریں تھیں۔ ہمارے مشن کے پاس ٹرانسپورٹ

کا کوئی انتظام نہ تھا۔ کھاتا پیتا نوجوان طبقہ علماء کی شکل وصورت دیکھتے ہی ان سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا۔ میں نے سوچا کہ اس طرح تو کئی سالوں میں بھی نیروبی کے غیر احمدی نوجوان میرے قریب نہیں آئیں گے چنانچہ میں نے خدا تعالےٰ پر توکل کرتے ہوئے اس کے دین کی خدمت کی نیت سے مسجد احمدیہ کے عقب میں والی بال کی گراؤنڈ تیار کی اس کے ساتھ ہی چھلانگیں لگانے کا اکھاڑہ تیار کیا۔ ورزش کے لئے لکڑی کی گھوڑیاں اور لوہے کی بار BAR لگا دی۔ رفتہ رفتہ اس گراؤنڈ میں نوجوان آنے شروع ہو گئے۔ احمدی نوجوانوں کی نماز مغرب میں حاضری بڑھنے لگی۔ سینما اور تماش بینی کا شوق جاتا رہا اور اس کی جگہ کھیلوں میں ایک دوسرے سے سبقت کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ پہلے غیر شادی شدہ اور شادی شدہ جوانوں کے مابین مقابلے ہوتے پھر محلّہ جات کے مابین اور پھر کچھ مشق کے بعد شہر کی مشہور ٹیموں کے ساتھ احمدیہ یونین کے مقابلے ہونے لگے چنانچہ چند مہینوں میں ہی نیروبی کے غیر احمدی نوجوان بھی دوست بن گئے اور ہمارے کام آنے لگے۔

۱۹۴۷ء میں کچھ عرصہ کے لئے یوگنڈا میں بطور مبلغ احمدیت خدمت کرنے کی توفیق ملی۔ میرا ہیڈ کوارٹر جنجا تھا۔ جہاں میں کسی وقت فوج میں ہوا کرتا تھا۔ اس شہر میں کچھ ایشین احمدی دوست تھے۔ ہمارے ایک مخلص بھائی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی کا معصوم بچہ وفات پا گیا۔ مخالفین نے ایگزیکٹو آفیسر کے ساتھ مل کر سازش کی کہ بچہ کی نعش جنجا میں دفن نہ ہونے دی جائے۔ بلکہ کمپالا لے جائی جائے اس پر میں اور میرے کچھ ساتھی ایگزیکٹو افسر کے پاس گئے اور مطالبہ کیا کہ حکومت نے ہمارا جو قبرستان منظور کر رکھا ہے۔ فوری طور پر ہمیں اس کا نشان دیا جائے چونکہ وہ مخالفین کے ساتھ ملے ہوئے تھے اس لئے انہوں نے بہانے بنانے شروع کر دیئے اور نعش کمپالا لے جانے کو کہا اور یہ بہانہ بھی بنایا کہ آپ کا فائل ہمیں نہیں مل رہا اس لئے ہم قبرستان کا نشان نہیں دے سکتے۔ فی الحال آپ اپنے بچے کی نعش کمپالا لے جا کر دفن کریں لیکن ہم نے انکار کر دیا۔ ہم چونکہ کھلاڑی تھے اور اسی دفتر کا عیسائی سپرنٹنڈنٹ ہمارے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔ جب اسے اس بات کا سارا ماجرا سنایا تو اسے ہم سے ہمدردی ہو گئی اس نے کہا کہ آپ کی فائل تلاش کر کے میں اصل جگہ پر رکھ دوں گا اور گزرتے ہوئے آپ کو اشارہ کروں گا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا ہم نے افسر کو فائل کا نمبر بتایا اب وہ نہایت پریشان ہوا اور مجبوراً اسے قبرستان کا نشان دینا پڑا۔ اور ہم نے اپنے بچہ کو اس قبرستان میں دفن کیا۔ چنانچہ دیکھئے کس طرح کھیل کے شوق نے مخالفین کے بنے بنائے کھیل کو بگاڑ دیا۔ اور صرف کھیل کی وجہ سے بنا ہوا ایک عیسائی کھلاڑی دوست مصیبت کے وقت ہمارے کام آیا۔

ٹبورہ میں جہاں میں چودہ سال رہا وہاں کی ساری کلبوں کا میں آنریری رکن تھا۔ وہاں کی سکھ یونین کا دو سال تک کیپٹن، دو سال پریذیڈنٹ اور

اور تین سال تک ویسٹرن پراونس ہاکی ایسوسی ایشن کا صدر رہا۔

ایک موقعہ پر تنزانیہ بھر کے اکیس (۲۱) صوبہ جات کی فٹ بال ٹیموں کا ٹورنامنٹ تھا۔ سوائے چند ایک کے سارے کھلاڑی افریقن تھے۔ جب ان کی الوداعی پارٹی ہوئی تو سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اس ناچیز خادم کو تنزانیہ بھر کے مشہور کھلاڑیوں کو خطاب کرنے کا موقع ملا جن میں قریباً چالیس فیصد کھلاڑی عیسائی تھے۔ میری تقریر کا موضوع تھا۔ "حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زمانہ کے بہترین سپورٹسمین تھے" دو تین سال مجھے موروگورو میں کام کرنے کا موقع ملا۔ یہاں بھی سکھ یونین نے مجھے اپنا کوچ (نگران) بنا لیا۔ ۱۹۷۱ء تا ۱۹۷۲ء دارالسلام میں قیام کیا اور میری آخری ٹیم "ینگ مسلم سٹارز آف دارالسلام" تھی جس میں تمام فرقوں کے مسلمان نوجوان شامل تھے۔ اس ٹیم نے بھی مجھے اپنا کوچ مقرر کیا اور جس دن میں دارالسلام سے پاکستان کے لئے روانہ ہوا تو ہوائی اڈے پر مجھے الوداع کہنے کے لئے جتنے احمدی دوست تشریف لائے تھے قریباً اتنے ہی دارالسلام کے غیر احمدی کھلاڑی دوست بھی تشریف لائے۔

الغرض جہاں بھی یہ حقیر خادم رہا۔ کھیل کو نہ چھوڑا۔ کھلاڑیوں کو دوست بناتا ان میں تبلیغ کرتا رہا۔ لٹریچر تقسیم کرتا رہا وہ میرے گھر آتے میں ان کے گھر جاتا۔

اس سلسلہ میں قارئین کی خدمت میں ایک لطیفہ بھی عرض کرتا ہوں۔ دسمبر ۱۹۷۳ء میں دارالسلام سے واپسی پر کچھ عرصہ کراچی میں قیام کرنا پڑا اور پھر ۱۸ دسمبر ۱۹۷۳ء کو ربوہ کے لئے روانہ ہوا۔ کہتے ہیں خدا گوشت کھانے والے کو گوشت دیتا ہے۔ ایسا اتفاق ہوا کہ جس ڈبے میں میری سیٹ ریزرو تھی اسی میں میرے دائیں بائیں پاکستان نیوی کی ہاکی ٹیم کے کھلاڑی تھے۔ میں ان کی ہاکی سٹکیں دیکھ کر بہت خوش ہوا لیکن تعجب یہ کہ وہ میری پگڑی، داڑھی، اچکن اور سوٹی دیکھ کر سخت گھبرا گئے اور ایک ایک کر کے ڈبے سے باہر جانے لگے۔ میں سمجھ گیا کہ یہ سپاہی اور کھلاڑی مجھے دیکھ کر گھبرا گئے ہیں۔ ان کے کیپٹن سید آصف کو مخاطب کرتے ہوئے میں نے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں اور کہاں جا رہے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ ہم نیوی کی ہاکی ٹیم کے ارکان ہیں اور ایبٹ آباد میں فورسنز کے ٹورنامنٹ کھیلنے جا رہے ہیں۔ جب میں نے انہیں بتایا کہ میں خود ہاکی کا کھلاڑی ہوں اور پھر یوگنڈا تنزانیہ کے مشہور کھلاڑیوں کے نام لئے اور یہ بھی بتایا کہ وہ میرے ساتھ کھیلتے رہے ہیں تب سید آصف دوسرے کمرے میں جا کر اپنے ساتھیوں کو بلا لائے اور کہا کہ یہ صاحب تو ہمارے کھلاڑی بھائی ہیں۔ پھر میں نے اپنے واقعات سنانے شروع کئے۔ سب میرے دوست بن گئے۔ پھر انہوں نے کچھ گانا بجانا شروع کر دیا میں نے انہیں کہا کہ ربوہ اسٹیشن پر میرے کافی دوست میرے استقبال کے لئے آئے ہوں گے۔ اس لئے ربوہ کے قریب شور نہ مچائیں۔ چنانچہ میری درخواست پر سید آصف کے ارشاد کے مطابق چنیوٹ پہنچ کر سب

کھلاڑیوں نے گانا بجانا اور شور بند کر دیا۔ جب ٹرین ربوہ پہنچی تو عجیب نظارہ یہ تھا کہ سب سے پہلے اپنے استقبال کے لئے آنے والے دوستوں کو مصافحہ کرنے کی بجائے میں اپنے اس سفر میں بننے والے کھلاڑی دوستوں سے باری باری مصافحہ کر رہا تھا۔ جب ان سے مصافحہ کر چکا اور الوداع کہہ چکا تو پھر اسٹیشن پر موجود اپنے دوستوں سے ملاقات کی۔ اس نظارہ کو دیکھ کر اپنے پرائے حیران تھے کہ رستہ میں اتنے دوست کس طرح بن گئے ؟۔

الغرض میں نے قادیان میں طالب علم کی حیثیت سے اور افریقہ کی فوج میں ایک کھلاڑی کی حیثیت سے جو مخلوقِ خدا اور دین خدا کی خدمت کی اس سے زیادہ خدمت میں نے مبلغ کی حیثیت سے کھلاڑی بن کر کی اور میرا یقین ہے کہ ہمارے احمدی نوجوان اگر اسی جذبہ سے کھیلوں میں ذوق و شوق اور توجہ سے حصہ لیں تو وہ اسلام، احمدیت اور خلقِ خدا کی اس سے بھی زیادہ خدمت کر سکتے ہیں۔
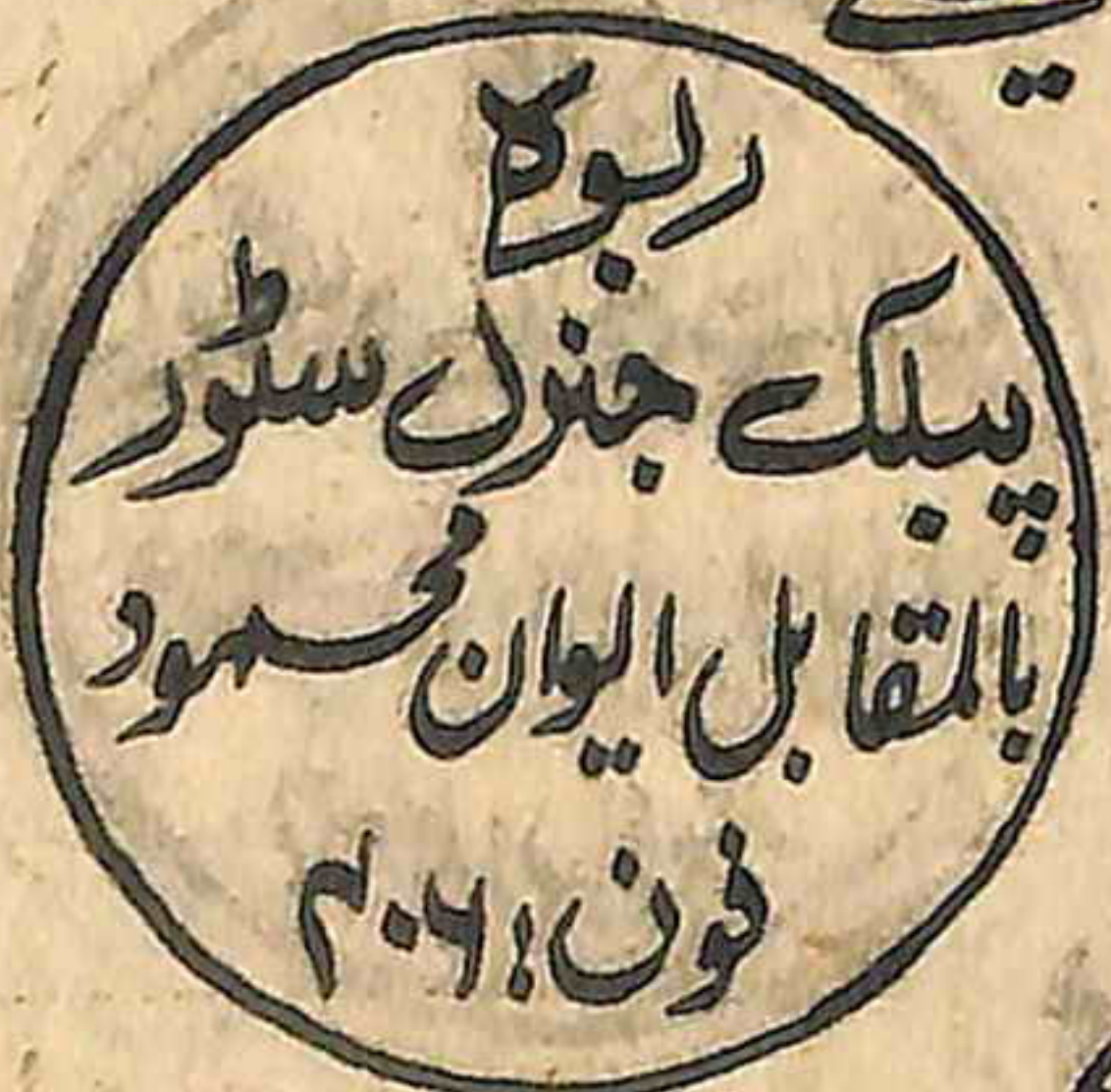
ہر قسم کی عمارتی لکڑی کیلئے
پاک ٹمبرز
۲۵- نیو ٹمبر مارکیٹ راوی روڈ لاہور
فون نمبر ۶۲۶۱۸ : فون گھر ۵۳۵۰۰
کو ہمیشہ یاد رکھیں

فاستبقوا الخیرات

اخبارِ مجالس

مرتبہ: محمود احمد اشرف

★★★★

نوٹ: اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپکی مجالس کی رپورٹ جلد از جلد خالد میں شائع ہوں تو براہ کرم حتی الامکان مختصر اور جامع رپورٹ ہر ماہ کی ۵ تاریخ تک بھجوا دیا کریں!

۱۸ تا ۲۰ ر اگست ۱۹۸۰ء مجلس خدام الاحمدیہ بھوڑ ضلع شیخوپورہ کے تحت ایک مثالی وقارِ عمل ہوتا رہا جس میں مجموعی طور پر دوصد ۲۰۰ خدام، اطفال اور انصار شامل ہوئے۔ اس وقارِ عمل میں آدھ میل لمبی اور پندرہ فٹ چوڑی سڑک پر تین فٹ مٹی ڈالی گئی خدام اور انصار تین دن صبح پانچ بجے سے شام پانچ بجے تک مسلسل کام کرتے رہے۔

۱۵ ر نومبر تا ۲۰ دسمبر ۱۹۸۰ء ضلع بہاول نگر میں سترہ مقامات پر کامیاب تربیتی کلاسیں منعقد کی گئیں ان کلاسز میں مختلف موضوعات پر تقاریر کے علاوہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی تقاریر برموقع سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ کے ٹیپ بھی خدام کو سنائے گئے۔ مقررین میں مکرم ناصر احمد صاحب قمر مربی سلسلہ بھی شامل تھے۔

مجلس خدام الاحمدیہ راولپنڈی صدر کے دوسرے دو روزہ سالانہ اجتماع کا افتتاح ملک محمود صاحب قائد علاقہ نے ۲ ر اکتوبر ۱۹۸۰ء مسجد نور راولپنڈی میں فرمایا۔ اس میں متعدد تربیتی تقاریر، درس القرآن و الحدیث کے علاوہ علمی و ورزشی مقابلہ بھی منعقد ہوئے، مکرم مجیب الرحمان ایڈووکیٹ امیر ضلع راولپنڈی اور مکرم دین محمد شاہد صاحب مربی سلسلہ واہ کینٹ نے نہایت پُر اثر تقاریر فرمائیں۔ حاضری کم و بیش دوصد رہی۔

مجالس خدام الاحمدیہ ضلع سانگھڑ کا سالانہ اجتماع مورخہ ۵، ۶ ستمبر احمد پور میں منعقد ہوا۔ افتتاح بطور مرکزی نمائندہ مکرم ملک محمد سلیم صاحب مربی سلسلہ کراچی نے کیا۔ دورانِ اجتماع مختلف علمی و ورزشی، انعامی مقابلہ جات ہوئے۔ آخری اجلاس میں مجلس سانگھڑ شہر کو سالانہ کارکردگی کی بناء پر اوّل اور مجلس چک نمبر ۴۴ کو اجتماع میں بلحاظ حاضری

اول آنے پر ٹرافی دی گئی۔ اس اجتماع میں ۲۰۰ خدام شریک ہوئے۔

مجلس خدام الاحمدیہ ضلع اٹک کا دو روزہ تربیتی اجتماع مورخہ ۹، ۱۰ر اکتوبر ۱۹۸۰ء مسجد احمدیہ اٹک شہر میں منعقد ہوا۔ دورانِ اجتماع مختلف اجلاسات کی صدارت مکرم عبدالرشید شاہد صاحب مربی سلسلہ اٹک، مکرم دین محمد شاہد صاحب مربی سلسلہ واہ کینٹ نے فرمائی۔ علمی مقابلہ جات کے علاوہ ایک محفلِ سوال و جواب بھی منعقد ہوئی جس میں غیر از جماعت احباب بھی شامل ہوئے۔

مجلس خدام الاحمدیہ باٹاپور لاہور نے ۱۰ر اکتوبر ۱۹۸۰ء کو جلّو تفریحی پارک میں پکنک منائی جس میں خدام اور اطفال شامل تھے۔ دوپہر کا کھانا اور نمازِ جمعہ بھی اسی پارک میں ادا کی گئی۔ بعدازاں بیت بازی کا ایک دلچسپ مقابلہ ہوا۔

مجلس نواب شاہ نے مورخہ ۵، ۶ ستمبر خدام و اطفال کی ایک تربیتی کلاس منعقد کی۔ جس میں مجموعی طور پر ۸۰ خدام و اطفال نے شرکت کی۔ علمی و ورزشی انعامی مقابلہ جات ہوئے۔

مجلس خدام الاحمدیہ مارٹن روڈ کراچی کے زیر انتظام مورخہ ۱۲ر دسمبر ۱۹۸۰ء بعد نمازِ مغرب ایک کامیاب مجلسِ مذاکرہ منعقد ہوئی جس میں مکرم سلطان محمود صاحب انور مربی سلسلہ کراچی نے سوالات کے جوابات دیئے۔ مجلس مذاکرہ کے اختتام پر جملہ احباب کو چائے پیش کی گئی۔

مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۹۸۰ء بروز جمعہ **تحصیل وزیرآباد** کا ایک ایک روزہ تربیتی اجتماع بمقام میاں رائس مل وزیرآباد میں منعقد ہوا۔ مرکزی نمائندگان مکرم طارق محمود جاوید صاحب مکرم صفدر نذیر صاحب نے بھی تقاریر کیں۔ حاضری ۳۰۰ رہی جن میں ۲۵ غیر از جماعت احباب بھی شامل تھے جنکو بعد میں لٹریچر بھی دیا گیا۔

مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ نے ۱۳ر اکتوبر ۱۹۸۰ء کو مسجد اقصیٰ میں ایک یک روزہ اجتماع منعقد کیا۔ خدام کو صبح نمازِ تہجد کیلئے ہر محلہ میں بیدار کیا گیا اور تمام خدام نے اپنے اپنے محلہ میں نماز تہجد ادا کی اور پھر نماز فجر مسجد اقصیٰ میں آکر ادا کی۔ دورانِ اجتماع مکرم صوفی بشارت الرحمٰن صاحب، مکرم نصیر احمد صاحب قمر، مکرم مرزا نصیر احمد صاحب محترم حکیم دین محمد صاحب صحابی اور مکرم ڈاکٹر لطیف احمد صاحب قریشی نے خطاب کیا۔ ۶½ بجے صبح تمام خدام کو ناشتہ پیش کیا گیا۔ جس کے بعد مختلف علمی و ورزشی مقابلہ جات ہوئے۔ ربوہ کی مجالس کے اطفال بھی سات بجے کے قریب اجتماع میں شامل ہو گئے۔ نماز مغرب سے قبل تقسیم انعامات کی تقریب منعقد ہوئی اور دعا کیساتھ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔

مورخہ ۲۴ر اگست ۱۹۸۰ء کو مجلس خدام الاحمدیہ **چک ۱۶۶ مراد** ضلع بہاول نگر کے زیر اہتمام ایک شالی وقارِ عمل میں خدام و اطفال نے قریباً پانچ گھنٹے مسلسل کام کر کے ایک میل لمبے راستہ سے ریت ہٹا کر اُسے ٹریفک گزرنے کے قابل بنایا۔ پھر اس راستہ پر پانی کا چھڑکاؤ کیا گیا۔ وقارِ عمل میں حاضری قریباً چالیس رہی۔ وقارِ عمل کے بعد ایک مختصر اجلاس قریبی نہر کے کنارے منعقد ہوا۔

درخواستِ دُعا

مکرم برادرم عبدالمالک نمائندہ خالد و تشحیذ لاہور کو ۲۶/۱/۸۱ کو ایک حادثے میں شدید چوٹیں آئیں تھیں اور دائیں ٹانگ کی پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ چند دن ہسپتال میں زیر علاج رہے اب گھر پر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے رو بصحت ہیں۔ انکا پتہ دارالذکر ۱۱۵۔ اے علامہ اقبال روڈ لاہور ہے۔ احباب سے درخواست ہے کہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔

مہتمم اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

ایک تحفہ

محترم شیخ عبدالماجد صاحب آف لاہور نے ۱۵ تصویری کارڈز کا ایک سیٹ شائع کیا ہے جن میں حضرت امام جماعت احمدیہ کے بیرونی ممالک کے دورہ جات، جماعت احمدیہ کی نامور اور سرکردہ ہستیوں اور مبشرین اسلام کی دنیا کے کونہ کونہ میں تبلیغی سرگرمیوں کے مناظر مختصر مگر ضروری تعارف کے ساتھ شائع کئے گئے ہیں۔

یہ کارڈ ڈاک کے ذریعہ بھی اپنے عزیزوں اور دوستوں کو ارسال کئے جا سکتے ہیں اور اس طرح سے تبلیغ کا ایک مفید بھی ذریعہ بن سکتے ہیں۔

ان کی قیمت فی سیٹ ۱۰/۰۰ روپے ہے اور ربوہ میں الشرکۃ الاسلامیہ نوید بک بائنڈر اور اکمل برادرز گولبازار سے مل سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں عبدالمالک صاحب 115/A علامہ اقبال روڈ لاہور سے بھی دستیاب ہیں۔

امید ہے احباب جماعت محترم شیخ صاحب موصوف کی اس خدمت سے حتی المقدور استفادہ فرمائیں گے۔

Monthly **KHALID** Rabwah

Regd. No. L5830

March 1981